دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا دینی و علمی ماہنامہ

سرپرست:

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

فون نمبر دارالعلوم : ۴ — قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار — فون نمبر رہائش : ۲

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۱۱ — ذی الحجہ - محرم ۱۳۹۶ھ

شمارہ نمبر : ۳ — ۲۰ دسمبر تا ۲۰ جنوری ۱۹۷۶ء

مدیر
سمیع الحق

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ بارہ روپے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ۔ ہوائی ڈاک دو پونڈ
فی پرچہ : ایک روپیہ ۲۵ پیسے

عبدالحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

رابطہ عالم اسلامی کی اہم قراردادیں

مکہ معظمہ کی رابطہ عالم اسلامی نے محل وقوع کے تقدس اور عالم اسلام کے دینی فکری اور سیاسی مسائل میں گہری دلچسپی لینے کی وجہ سے مسلمانوں کی نظروں میں ایک وقیع مقام حاصل کر لیا ہے۔ رابطہ نے اپنی مجلس تاسیسی میں عالم اسلام کے معتمد اور جیّد علماء کو سمو لیا ہے۔ اس وقت جب کہ انفرادی اجتہادات کی گنجائش نہیں۔ عالم اسلام کو درپیش علمی اور سیاسی مسائل میں ایسے نمائندہ اجتماعی فیصلوں سے بڑی تقویت ملتی ہے۔ اور عالم اسلام کو ضروری ہے کہ رابطہ کے اہم فتووں اور قراردادوں کو لائق اعتناء سمجھے۔ اس سال بھی رابطہ نے ۱۵ ذی قعدہ سے یکم ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ تک رابطہ کے طویل اجلاسوں کے اختتام پر اسلامی دنیا سے متعلق نہایت اہم قراردادیں پاس کیں جن میں سے چند ایک قراردادوں سے مسلمانانِ پاکستان کی آگاہی بھی ضروری ہے۔

قادیانیت | قرارداد نمبرا کا تعلق قادیانیت سے ہے۔ اس مسئلہ میں رابطہ کا کردار ابتداء سے نہایت شاندار رہا ہے۔ اب ایک بار پھر اس مسئلہ میں رابطہ کی مجلس تاسیسی نے دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں کی متفقہ قراردادوں کی تائید و توثیق کی ہے۔ اور قادیانی فرقہ کو خارج از اسلام قرار دیتے ہوئے اسلامی ممالک سے کہا ہے کہ وہ پاکستان ملائشیا اور نائیجریا کی طرح اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیکر اور اپنے ہاں انہیں کافروں جیسی حیثیت دے اور ایسے واضح قوانین مرتب کر دیں جس کی رو سے کوئی قادیانی مسلم افواج یا دیگر اہم مناصب پر فائز نہ ہو سکے۔ غیر مسلم ممالک میں واقع اسلامی اداروں اور تنظیموں سے بھی کہا گیا ہے کہ اسی نہج پر قادیانیت کے خلاف سرگرمیاں تیز تر کر دی جائیں اس کے علاوہ مسلم اور غیر مسلم ممالک میں قادیانیوں کی قلعی کھولنے اور ان کے غیر اسلامی کردار اور عزائم سے متعارف کرانے کیلئے مذاکرات اور اجتماعات کا اہتمام کیا جائے۔ (مجلۃ رابطۃ العالم الاسلامی ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ)

رابطہ کی اس قرارداد پر سب سے زیادہ توجہ پاکستان کو دینی چاہئے، اس لئے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے ہماری مسئولیت ختم نہیں ہو جاتی نہ عالم اسلام کا یہ مارِ آستین ایسے کسی رسمی فیصلہ سے ختم ہو سکتا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد دنیائے اسلام میں قادیانیوں کی سرگرمیاں نہ صرف یہ کہ بڑھتی جا رہی ہیں، بلکہ آئے دن منصوبہ بندی کے اعلانات میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ ربوہ کی حالیہ سالانہ کانفرنس میں مرزا ناصر نے "جہاد" کا بھی

اعلان کیا ہے۔ یہ جہاد کس کے خلاف ؟ قادیانیوں کے خلاف یا عیسائیوں کے خلاف ؟ یا پھر ان یہودیوں کے خلاف جنہوں نے روزِ اوّل سے مرزائیوں کو خاص مراعات سے نوازا ہے۔ اور اسرائیل میں مرزائی مشنوں اور مراکز کے قیام کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ یا پھر یہ جہاد اپنے ولی نعمت مربی مغربی استعمار کے خلاف ؟ اس سوال کا جواب خود مسلمانوں کو تلاش کرنا ہے۔

صیہونیت سے قادیانیوں کے خفیہ اور علانیہ روابط کا ذکر بارہا آچکا ہے۔ اور اب حال ہی میں نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۵ء نے ادارہ پال مال لندن سے شائع ہونے والے ایک یہودی پروفیسر آئی آئی نوماتی کی تصنیف — اسرائیل اسے پروفائل — کے حوالہ سے انکشاف کیا ہے۔ کہ "اسرائیل نے پاکستانی قادیانیوں کو اپنی فوج میں بھرتی ہونے کی اجازت دی ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ (۱۹۷۶ء تک نہیں بلکہ) ۱۹۷۲ء تک اسرائیلی فوج میں ۶ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے تھے" اس کے ساتھ کچھ اور صیہونی دستوں نے قادیانیوں کے شانہ بشانہ اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دی ہیں۔ بہائی فرقہ جسے برطانیہ اور یہودیوں نے روز اوّل سے خاص عنایت سے نوازا حیفہ میں مقیم برطانوی گورنر نے عبدالبہا کو خلعت اور اعزازات دئے یہاں تک کہ آج بہائی تحریک کا بین الاقوامی ہیڈ کوارٹر اسرائیل کے حیفہ میں واقع ہے جبکہ مرزائیوں کا اسرائیلی اہم مشن بھی حیفہ ہی میں ہے۔ قومی اسمبلی کے اقلیت قرار دینے کے فیصلہ کے بعد بہائیوں نے یکایک اپنے کام کو تیز تر کر دیا اور ملک میں جگہ جگہ ختم نبوت کے خلاف تقاریر کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ صیہونیت کے ساتھ بہائیوں کے گہرے ربط و تعلق کو دیکھ کر پچھلے سال عرب ممالک کی مقاطعہ کمیٹی نے بہائیوں پر مکمل پابندی لگا دینے کا فیصلہ کیا ہمارے ہاں مرزائیوں کیطرح بہائیوں کو کھلی چھوٹ ہے۔ اور اب اسلام اور خاتم النبیینؐ کے خلاف کام۔ بین الاقوامی یک جہتی امن پسندی اور انسانی یکجہتی جیسے اصولوں کے نام پر ہو رہا ہے۔

اسرائیلی فوج میں مرزائیوں کی بھرتی ادھر حیفہ میں بہائیوں اور مرزائیوں کے مراکز اور طریق کار اور اصولوں میں یگانگت یہ سب باتیں کسی تبصرے کی محتاج نہیں۔ پاکستان اسلامی برادری کا اہم رکن ہے۔ اور اسرائیل عالم عرب، اور عالم اسلام کا بدترین دشمن۔ لبنان کے حالیہ واقعات میں اسرائیل کا گھناؤنا کردار کس سے مخفی ہے۔ کیا واقعی پاکستان کے قادیانی اسی اسرائیل کے دست و بازو ہیں جو عالم عرب کے دل میں اسرائیل کے بعد ایک اور خنجر پیوست کرنے میں مصروف ہے اور جس کی ذلیل نظریں اب مدینہ طیبہ پر لگی ہوئی ہیں —— یہ اسرار اور اخبار اگر کبھی حقائق بن کر عالم عرب کے سامنے آگئے تو اسلامی برادری میں پاکستان آنکھ اٹھانے کے قابل رہ سکے گا۔؟

قرار داد ۱۱ فلم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | نبی کریم علیہ السلام، صحابہ کرامؓ اور شعائر اسلام کے بارہ میں دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے فلموں کی جو وبا چل پڑی ہے۔ یہ پورے عالم اسلام کیلئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

رابطہ کی مجلس تاسیسی نے متفقہ طور پر اس بار بھی اسے حرام قرار دیا ہے۔ اور ایسی کوششوں کو مقام و منصب رسالت کی توہین، عدوان اور ایذاء قرار دیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ایسی حرکات شانِ نبوت کی اُس توقیر و تعظیم کے سراسر منافی ہیں جس کا حکم خداوند کریم نے قرآن میں بار بار دیا ہے۔ اسی طرح صحابہؓ کی زندگی کو فلمانا بھی توہین و ایذاء صحابہؓ ہے۔ جسے حضورِ اقدسؐ نے خود اپنے لئے موجب اذیت کہا ہے۔

لاتؤذونی فی اصحابی ومن آذاھم فقد آذانی ــ ومن آذانی فقد آذی اللہ ــ (الحدیث) ارشادِ ربانی ہے، والذین یوذون المومنون والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً و اثماً مبینا۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اللہ و رسول، ازواجِ مطہرات اہل بیت اور صحابہ کرامؓ کی توہین و ایذاء رسانی میں ایسے تمام لوگ شامل ہیں جو کسی نہ کسی حیثیت سے بھی اس فلم کی ترتیب و تالیف، ہدایات، نمائش کی اجازت، مالی و افرادی تعاون، تحسین و ستائش یا اپنے ہاں کس قسم کی سہولتیں مہیا کرنے میں شریک ہوں گے۔

وانہٗ یعتبر مؤذیاً لرسول اللہ علیہ وسلم فی نفسہٖ وفی اھلہٖ وفی ازواجہٖ واصحابہٖ کل من شارک فی اخراج ھذا الفیلم بتالیفٍ وتمثیلٍ او اخراجٍ او تمویلٍ او ترویج او تحبیذ لہٗ او تسھیل بالنفوذ او السلطۃ فی شیئٍ من ذٰلک۔

قرارداد کے آخر میں روئے زمین کے تمام مسلمانوں اور حکومتوں کو یہ مذہبی فریضہ یاد دلایا گیا ہے کہ مقامِ رسول اور شانِ صحابہؓ سے تلاعب اور تمسخر کرنے والی ایسی گستاخانہ کوششوں کا سختی سے مقابلہ کیا جائے اور اس طرح تمام دُوَلِ اسلامیہ سے کہا گیا ہے کہ تمام وسائل بروئے کار لاکر دشمن کے ایسے منصوبوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

قربانی کی بجائے قیمت ہمارے ملک اور بعض اسلامی ممالک میں دین کی روح سے نابلد ایسے روشن خیال اور تجدد زدہ افراد کی کمی نہیں جو آئے دن اپنی تحقیق و اجتہاد کی چھری اسلامی شعائر اور قطعی و متواتر احکام و عبادات پر چلانا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی عید الاضحیٰ کے موقع پر ایسے شوشے چھوڑ دئے جاتے ہیں کہ قربانی کرنا جانوروں کی ضیاع ہے۔ اس سے قومی سرمایہ ضائع ہوتا ہے۔ اور بجائے قربانی کے اس کی قیمت کو رفاہی کاموں میں لگانا چاہئے۔ علماء اسلام نے تفصیل سے ایسے شبہات، اور وسوسہ اندازیوں کے معقول جوابات دئے ہیں۔ اس دفعہ رابطہ عالم اسلامی کے نوٹس میں الجزائری اخبار الشعب مجریہ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ میں شائع شدہ ایک الجزائری فتویٰ لایا گیا ہے، جس میں حج کے موقعہ پر قربانی کی بجائے اس کی نقد قیمت تقسیم کرنے کا کہا گیا تھا۔ رابطہ کی مجلس تاسیسی نے تفصیلی دلائل کے ساتھ ایک فتویٰ میں اس نظریہ کو غیر اسلامی قرار دیا کہ کتاب و سنت کے واضح نصوص نبی کریم علیہ السلام کے عملی، قولی و فعلی ہدایات اور عہد نبوت سے لیکر اب تک صحابہ کرامؓ اور امت مسلمہ کے تعامل سے ثابت شدہ مسائل و عبادات میں کسی رائے زنی کی گنجائش نہیں، تقرب الی اللہ خود ساختہ طریقوں سے لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کرنے سے

نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلنے میں ہے۔ کسی کام کے اقتصادی اور معاشی مصالح کے پہلو تب تلاش کئے جا سکتے ہیں، جہاں امت کے اجماعی فیصلوں اور نصوص قطعی پہ زد نہ پڑے اس لئے استبدال ذبائح بالثمن جیسے لایعنی مباحث کا دروازہ کھولنا ابتداع اور مداخلت فی الدین کے سوا کچھ بھی نہیں۔

مذکورہ ہر سہ قراردادوں میں اسلامی نقطۂ نظر اور جمہور اہل سنت، کے عقائد کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔ اس لئے ایسی قراردادیں عالم اسلام کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے اطمینان قلب، و زیادتِ ایمان کا باعث ہیں۔ دوسری طرف مغرب سے متاثر خام اذہان کو بھی تنبیہہ ہو جاتی ہے۔ کہ ایسے مسائل میں عالم اسلام کی اکثریت کسی بھی ملحدانہ خیالات کی روادار نہیں۔

لبنان کی صورتحال لبنان میں عارضی جنگ بندی ہو چکی ہے۔ مگر نہیں کہا جا سکتا کہ اونٹ آگے چل کر کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ لبنان ۹، ۱۰ ماہ سے آتش فشاں بنا ہوا ہے۔ بیس بیس مرتبہ صلح ہوتے ہوتے ٹوٹ گئی اور جب بھی مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوا ایک نئی عارضی صلح وجود میں آئی۔ تیس لاکھ کی مختصر آبادی والے ملک میں بارہ تیرہ ہزار افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ اور بیروت کے عشرتکدوں میں لنڈھائی جانے والی شراب کی مانند لبنان کی گلیاں انسانی خون سے رنگین ہیں۔ مسئلے کا حل کوئی عارضی صلح نہیں بلکہ مسلمانوں کو مستقل بنیادوں پر اُس ظلم و استبداد کا حل تلاش کرنا ہوگا جسکی چکی میں تقریباً نصف صدی سے لبنان کے مسلمان پس رہے ہیں اور ایک گونہ لبنانی مسلمانوں کو اب تک اُس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ جو وہ خلافت عثمانیہ کے بارہ میں کر چکے تھے۔ موجودہ بحران وقتی نہیں، بلکہ عیسائی دنیا کے ایک طویل المیعاد منظم منصوبے کی کڑیوں کا ظہور ہے۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں لبنان کے ایک کلیسا میں فرانسیسی زبان میں لکھی ہوئی ایک، رازدارانہ تحریر ملی جو فرانس کی عیسائی حکومت کیطرف سے عیسائی زعماء اور کارکنوں کے نام مخفی طور پر تقسیم کی گئی تھی۔ یہ گویا دس نکاتی منشور تھا جس میں طاقت کے تمام ذرائع تفریحی اور سیاحتی انتظامات فوجی ملازمتوں پر قبضہ ریزرو بندرگاہوں کی تعمیر ادبی اور فکری محاذ پر کنٹرول سیاسی صورتحال پر گرفت کی تلقین کی گئی تھی۔ اور یہ یقین دہانی بھی کہ دنیا کی تمام عظیم طاقتیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ کہا گیا کہ لبنانی قومیت کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ اس میں بڑی ہوشمندی اور باریک بینی کی ضرورت ہے۔

اس منصوبہ کے تحت سنہ ۱۹۳۲ء میں سیاسی اغراض کی تکمیل کیلئے پہلی دفعہ مردم شماری کرائی گئی، مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلا کر انہیں مردم شماری سے فرار پر مجبور کیا گیا۔ نتیجۃً لبنان کی عیسائی اقلیت، اکثریت قرار پا گئی۔ اور مسلمان اکثریت کو کافر اقلیت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور نظام حکومت دستور وغیرہ میں مسلمان ایک محکوم و بے بس قوم ہو کر رہ گئی۔ چالیس برس گذر گئے مگر لبنان کے عیسائی متسلطین مسلمانوں کی دوبارہ مردم شماری کرانے کا مطالبہ ماننے پر تیار نہ ہو سکے، مسلمان عیسائیوں کے رحم و کرم پر رہے اور اب جب پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا تو وہ طاؤس و رباب پھینک کر شمشیر و سنان اٹھانے پر مجبور ہوئے ادھر سامراجی اقوام تاک میں تھیں کہ کسی طرح اسرائیل کو لبنان میں فوج کشی

کا بہانہ مل سکے اور ایک اور اہم عرب علاقہ اسرائیل کے تسلط میں چلا جائے یا کسی عیسائی سٹیٹ کے قیام کی شکل میں یہ مقصد پورا کیا جائے۔ اس جنگ میں عیسائی عرب علانیہ اسرائیل کے آلہ کار بنے رہے اور اس طرح یہود و نصاریٰ کے کمل کر اسلام دشمنی کا ایک بار پھر متحدہ مظاہرہ کیا۔ اسرائیل امریکہ کے نئے ہتھیاروں سے مہیب فوجی طاقت بن چکا ہے۔ اور اس بار وہ عیسائیوں کی مدد سے عربوں سے سرزمینِ عرب ہی پر زور آزمائی کرنا چاہتا ہے۔ اور لبنان اُن کے لئے نہایت بہتر محاذ ہے۔ اسطرح یہ مسئلہ لبنان کے دو فریقوں کا نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کی ملی بھگت اور اسرائیل و امریکہ متحدہ اسلام دشمنی کا ہے۔ الکفر ملۃ واحدۃ ۔ اس جنگ نے عرب قومیت کا بت لبنان کے چوراہوں میں پاش پاش کر دیا ہے۔ مسئلہ اسلام اور کفر کا نہ ہوتا تو لبنان کے دونوں فریق (مسلمان اور عیسائی) اس حد تک کیسے پہنچتے مسئلہ اسلام اور کفر کا ہے۔ ادھر امریکہ کی صیہونیت نوازی کا یہ عالم ہے کہ جب اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بھاری اکثریت سے اسرائیل کو ایک نسل پرست گروہ قرار دیا۔ (اور یہ عالمی سطح پر قرآن کریم اور نبی کریمؐ کے ایسے واضح ارشادات پر مہر صداقت بھی تھا) تو اسرائیل سے بھی زیادہ اس فیصلہ پر امریکہ چیخا چلایا یہاں تک کہ قرارداد کے حق میں ووٹ دینے والے ممالک کو امداد بند کرنے کی دھمکیاں بھی دیں اور آج ہی دورانِ تحریر امریکہ نے عدل و انصاف حیاء اور شرافت کے تمام تقاضوں کو پائمال کرتے ہوئے سلامتی کونسل کی اس قرارداد کو ویٹو کر دیا جس میں آزاد فلسطین ریاست کے قیام کی سفارش کی گئی تھی۔ ان حالات میں لبنان کے مسئلہ پر عالم اسلام کی سرد مہری یا کسی مصالحاتی فارمولے پر تیار ہو جانا ملی خودکشی سے کم نہیں ہوگا۔ اب مصالحت نہیں بلکہ لبنان کے مسلمانوں کو ان کے اصل حقوق دلانے کا سوال ہے۔ شام کا کردار اس مسئلہ میں نہایت بامردی کا رہا ہے۔ لیبیا اور مراکش انہی سامراجیوں کو نبی کریم علیہ السلام کے سوانگ بھرنے (العیاذ باللہ) کی اجازت دیکر فلمیں بنوا رہے ہیں اور اسے اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں۔ مصر طویل مراقبہ میں ہے۔ شاہ فیصل مرحوم جیسی مؤثر فعال اور مؤمن شخصیت تہ خاک ہے۔ اب معلوم نہیں ایسے معاملات میں ایک ارب مسلمانوں کا جمِ غفیر اور ان کے سربراہوں کے طول طویل کانفرنسوں کے مؤثر نتائج کس دن سامنے آئیں گے؟

امروٹ شریف سندھ میں امروٹی خانقاہ کے چشم و چراغ حافظ منیر احمد شاہ صاحب کی شہادت پورے ملک کے سنی سوادِ اعظم کیلئے عبرت و نصیحت کا مقام ہے۔ مرحوم صحابہ کرامؓ کی سب و شتم گوارا نہیں کر سکتے تھے بلکہ رفض کے ایسے مظاہروں پر چیں بجبیں ہوئے جو اس سے پہلے امروٹ کی پاکیزہ سرزمین پر نہیں کئے گئے تھے۔ حکومت اہل سنت کے حقوق اور شانِ صحابہؓ کیلئے لڑنے والے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب جیسے بزرگوں کی قید و حراست سے فارغ ہو جائے تو شاہ صاحب مرحوم کے قاتلوں پر توجہ دے یہ شہادت بھی بہرحال شہادت ہے اور اس کا حق اہل سنت والجماعۃ کو ماتم و نوحہ سے نہیں، دینی حمیت، بیداری اور صورتحال کا عمیق جائزہ لینے کی صورت میں ادا کرنا چاہئے ہم مرحوم کے والد بزرگوار اور تمام متعلقین کے ساتھ اس غم میں شریک ہیں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ

حفاظتِ قرآن و سنّت

—— طلبۂ دارالعلوم حقانیہ سے افتتاحِ اسباق کے موقعہ پر خطاب

(خطبۂ مسنونہ) سب سے پہلے تو حصولِ علم کے لئے جمع ہونے کی توفیق پہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ قرآن و علوم قرآن کی تحصیل کی توفیق عطا فرمائی۔ قرآن و حدیث اور علوم قرآن کی جو تشریح امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمد امام بخاری نے کی جو علمی تحقیقات انہوں نے کیں، حدیث کا صحیح مقصد جتنا وہ سمجھ سکے اور پیش کر سکے کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اگر یہ اکابر بیچ سے نکل جائیں تو ہم قال اللہ اور قال الرسول کو ہرگز نہ سمجھ سکیں۔ سمجھیں بھی تو غلط سلط ہوگا۔ یہ فقہ و علوم فقہ سب قرآن کی توضیح ہیں۔ صرف نحو قرآن و حدیث کے الفاظ حرکات سکنات اعراب اور مشتقات سمجھنے کے لئے —— ہیں۔ علم قرأت بھی قرآن کیلئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت جبرئیل نے تلاوت فرمائی اور حضورؐ کی طرز ادا قرأت ہے منطق و فلسفہ کا مرجع بھی نیت کے لحاظ سے قرآن و سنت ہے، دلائل کی صحت کے کیا شرائط ہیں۔؟ مدعی کیسا ہونا چاہئے؟ تو یہ تمام علوم مستقلاً کوئی مقصد نہیں بلکہ سارے علوم کا مرجع قرآن ہے۔ اور آپ سب اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ قرآن کی تلاوت اس کا مفہوم اور احکام سمجھ سکیں۔ تو ایسی مجالس پہ خداوند کریم کی رحمت برستی ہے۔ وغشیتہم الرحمۃ ملائکۃ رحمتہ۔ کے حصول کے لئے عرش تک ان مجالس پہ پرے لگا لیتے ہیں —— وذکرھم اللہ فی من عندہ۔ آج دنیا کی کسی مجلس میں کسی کا نام آئے تو کپڑوں میں نہیں سماتے یہ کسی مجازی حاکم کی مجلس کا حال ہے۔ پھر اگر وہ نام بھی لے لے تو خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا کہ بادشاہ نے اور حاکم نے میرا نام لیا اور یہاں مالک الملک اور سلطان السلاطین اس کا ذکر اپنے مقربین میں کرنے لگتا ہے تو اس کی تو کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ یہاں ہم سب کے اجتماع کا مقصد بھی عنداللہ بہت بلند ہے۔ اس مرتبت و منزلت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔

آپ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون۔ کی بناء پر دین، قرآن

اور متعلقات قرآن، متعلقات وحی اور اس سے مستنبط احکام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے کہ اس نے نازل کئے تو اسکی حفاظت بھی کرے گا۔ اور بادشاہ جب اعلان کرے کہ اس مکان اور علاقے کی حفاظت میرے ذمہ ہے تو اب بادشاہ خود تو ڈنڈا لیکر گلی کوچوں میں حفاظت کرنے نہیں پھرتا بلکہ اپنی رعایا فوج اور وفاشعار جانباز اور جان نثار ملازمین کو اس کام کیلئے منتخب کرلیتا ہے۔ اور ان کا کام حاکم کی منشاء کی تعمیل کرنا ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ دنیا عالم اسباب ہے اور اسباب مؤثر نہیں بلکہ علامات ہیں۔ تو اللہ کے اعلان حفاظت وحی کا ظہور عالم اسباب میں اس کا پڑھنا پڑھانا اور پھیلانا ہی ہے۔ اور یہ مقدس کام آپ کا یہ زمرہ مساکین کر رہا ہے۔ دولت۔ طاقت، حکومتوں سے یہ کام نہیں لیا جا رہا۔ اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ افغانستان، پاکستان، عراق، ایران، عرب وعجم پر نظر ڈالیں۔ ۳۰ ، ۳۵ حکومتیں ہیں، کون ہے جس نے اپنے آپ کو اس خدمت کیلئے وقف کر رکھا ہے۔؟ اور اسے اپنی ذمہ داری سمجھ رہا ہے۔؟ یہی حالت پچھلی صدیوں میں بھی رہی۔

—— تو خداوند حکیم وعلیم مادی شان وشوکت، دولت، طاقت اور حکومتوں سے دین کی حفاظت وبقاء کا کام نہیں کرانا چاہتا۔ اگر چاہے تو تار عنکبوت سے کام لے لیتا ہے۔ تو یہ آپ کا معنوی مرتبہ ہے، ورنہ اللہ نے حکومتوں کے قلوب میں القاء کیا ہوتا۔ گویا اس میں خدا کی حکمت ہے۔ ورنہ آپ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا دعویٰ نہ کرسکتے عیسائیت وغیرہ کی اشاعت اور بقاء حکومتوں، مشنریوں کے زور سے ہے۔ دلیل کی صداقت کی وجہ سے نہیں۔ دولتیں، ملازمتیں، شراب، عورت، عیاشی، علاج معالجے سب کچھ باطل مذاہب کی پشت پر ہے۔ انگریزی دور میں یہاں کروڑوں روپے عیسائیت کی ترویج پر خرچ کئے جاتے رہے ہے۔ مگر جزیرۃ العرب سے نکلا ہوا دین اسلام جہاں نہ فصل تھے نہ باغات، یتیم ابی طالب پر نہ باپ دادا کا سایہ ہے نہ مال و دولت ہے۔ مگر اس دُرِ یتیم کو اللہ تعالیٰ نے سارے عالم پر حاوی کر دیا اور اس کے دین کو سارے ادیان پر غالب کر دیا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔

—— تو یہ سارا غلبہ باعتبار دلیل وحقانیت اسلام ہوا اسکی وجہ دولت نہیں۔ آج تک اس دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہی ہے۔ کہ اس کی خدمت کیلئے اللہ تعالیٰ بے سروسامان افراد کو منتخب کرتا ہے۔ اور اس دور کا زمرہ طلبہ دین اس کی مثال ہے۔

تو آپ اور ہم سب کا مقصد اور دارالعلوم میں اجتماع کتاب اور سنت سیکھنے سکھانے کیلئے ہے۔ اور اگر ہم نے بھی منہ موڑ لیا تو فان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم۔ دین کا توقف آپ پر نہیں۔ یہ کہیں خاطر میں نہ لائیں کہ ہم دین کے لئے بڑی قربانی دے رہے ہیں۔ خدا چاہے تو اپنا کام تار عنکبوت سے بھی لے۔ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔ غار ثور کے منہ پر

کافر گھڑے تھے ۔آپ کو شہید کرنے کا عزم تھا۔تار عنکبوت یعنی مکڑی کے جالے سے خدا نے بچا دیا۔جو کمزور ترین ذریعہ تھا۔ وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت ۔ سب کو دھوکہ ہوا واپس ناکام چلے گئے ۔ اللہ تعالیٰ فاسق اور فاجر سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے ۔

تو غرور نہیں کرنا چاہیے ۔ ایک ایک جہاد میں ایک شخص نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کافروں کو قتل کیا۔صحابہؓ میں اسکی بہادری کا چرچا ہوا۔حضورؐ نے فرمایا کہ میں اسے جہنم میں دیکھ رہا ہوں ۔ چنانچہ اسی شخص نے خودکشی کر لی حضورؐ نے فرمایا ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر ۔ تو ہمیں کہیں تکبر نہ ہو کہ ساری دنیا دین کو پیٹھ پھیر چکی ہے اور ہم دین کے لئے مفلس اور ملنگ بن گئے ہیں ۔ یمنون علیك ان اسلموا قل اللہ یمنون علیکم ان ھداکم للایمان ۔

تو آپ کا یہاں جمع ہونا نہ لوگوں پر آپ کا احسان ہے نہ ماں باپ پر نہ حکومت پر نہ خدا اور رسولؐ پر بلکہ ہم پر اللہ کا کرم ہے کہ اگر وہ ہمیں نالیوں کا کیڑا بنا دیتا ، مکھیاں ، چیونٹیاں بنا دیتا ، کتا یا سور بنا دیتا تو ہم کیا کر سکتے اور کیا کہہ سکتے ۔؟

یہ تو محض اس کی کرم نوازی ہے کہ اربوں میں کروڑوں میں تم لوگوں کو چن لیا۔ گنے چنے افراد میں تمہیں بھی شامل کر دیا ایسے کام کے لئے جو خدا کا اپنا کام ہے ۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۔ گویا اپنے معتمدین اور مقربین میں شامل کر دیا۔اس سے بڑی نعمت کیا ہو گی۔اس توفیق پر عمر بھر سجدہ ریز رہیں کہ اس نے آپ کو طالب دین بنایا تو اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکیں گے ۔مشکلات و مسائل کے باوجود دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں علم کے لئے ایک مخصوص جگہ دی، قیام و طعام کی سہولت مہیا کی، لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ تمہاری مدد کریں۔یہ سب اس کی نعمتیں ہیں اور شکریہ کے قابل ہیں ۔

—— اور جب مراتب اونچے ہیں تو بڑے مراتب والے قربانی اور جد وجہد بھی بہت زیادہ کریں گے ۔ صدر اور وزیر بننے کے لئے تحریکیں چلائی جاتی ہیں ، جیل ، قید ، پھانسی ہر چیز کیلئے آمادہ ہوتے ہیں ، ہزاروں میں کوئی ایک کامیاب ہو جاتا ہے ۔ یہ دنیوی مناصب کے حصول کا حال ہے ۔ کاشتکار سال بھر محنت مشقت کرتا ہے تو اس منصب عظمیٰ وراثت نبوت اور خادم دین بننے کیلئے تو انتہائی جد وجہد ، حوصلہ و ولولہ اور قربانیوں کی ضرورت ہو گی ۔

ضبط و ترتیب: ادارۂ الحق

ارشادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

تجدید عہد

پچھلے ماہ کے شائع شدہ خطاب (عید الفطر ۱۳۹۵ھ) کا بقیہ حصہ

ناقابل برداشت فلمیں | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے بارہ میں فلم برداشت کرنا مسلمانوں کیلئے ناممکن ہونا چاہئے۔ یہ جو آج عید کے دن سینماؤں میں جاؤ گے۔ اور یہ کنجریاں یہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں بدمعاش اور خبیث لوگوں کے مراکز سینما ہال کیا اب ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر فلمیں لگائی جائیں گی۔؟ نعوذ باللہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ۔ میں تو کہتا ہوں کہ اللہ ہمیں اس وقت زندہ ہی نہ رکھے کہ حضور اقدسؐ اور صحابہؓ کی تصویروں کو فلموں میں ناچ گھروں میں پیش کیا جائے۔ میں مسلمانوں سے عرض کروں گا کہ پہلے بھی مسلمانوں کی بیداری کی وجہ سے ایسے ارادے خاک میں ملا دیئے گئے تھے اور اب بھی یہ جو فلم کروڑوں ڈالروں سے اور کافروں کی مشترکہ کوششوں سے بن رہی ہے۔ تو کیا تم لوگ اس کو برداشت کرو گے۔؟ واللہ ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہم لیبیا کی حکومت سے بھی اپیل کرتے ہیں اور اپنی حکومت سے بھی عرض کرتا ہوں کہ خدا کے لئے دینی مصلحتوں کو دنیاوی مفادات پر مقدم رکھئے اور یہ ٹھیک ہے کہ لیبیا ہمارا مسلمان بھائی ہے۔ ہمارے تعلقات ہیں اور شاید وہ ناسمجھی سے ایسے کام میں تعاون کر رہا ہے۔ لیکن اگر وہ اس فلم کو برداشت کرتا ہے تو ہم تمام مفادات کے باوجود مقاطعہ کیلئے تیار ہوں گے۔ اور ہم اس ملک میں حضور اقدسؐ اور ازواج مطہرات جو ماؤں سے ہزار درجہ زیادہ قابل احترام ہیں کی فرضی تصویروں کو فلموں میں نمائش کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

اہل اکوڑہ کو دینی خدمت کی تاکید | تیسری بات آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ آپ لوگوں نے علم کی بڑی قدر کی جس کی وجہ سے آپ کے شہر میں دارالعلوم میں لاکھوں روپیہ دین کی اشاعت پر خرچ ہو رہا ہے۔ جو پاکستان اور بیرون پاکستان سے اہل درد بھیجتے رہتے ہیں کہ اکوڑہ خٹک والوں پر انہیں اعتماد ہے۔ یہ اعتماد معمولی بات نہیں کہ ـــــ دنیا کے مسلمان تم پر ہزاروں روپے کا اعتماد کرتے ہیں۔ بیس بیس ہزار روپیہ کا چیک بھیج کر نام ظاہر کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے، تو مجھے معلوم نہیں کہ آئندہ سال میں رہوں یا نہ رہوں مگر یہ جو دین کی خدمت ہو رہی ہے۔ اور جو اعتماد تم لوگوں پر ہے اور جو حسن ظن سارے ملک کا قائم ہے۔ اس اعتماد اور اعتبار کو کم نہ کریں اور دین کی خدمت اور بقاء کے لئے ہر قربانی کو ہمیشہ تیار رہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ادارہ

ر ــــ ع

قادیانی

اور

صیہونی اسرائیل

قادیانی ، اسرائیلی فوج میں بھرتی ہوئے ہیں ــــ ؟

ــــــ عالم اسلام کے خلاف قادیانی اور اسرائیلیوں کا گٹھ جوڑ

قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے سہ روزہ سالانہ جلسہ میں جو کچھ کہا اور جس انداز سے قومی اخبارات نے انہیں پیش کیا اس سے نہ صرف پاکستان کے آئین کی خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ قادیانی امت اپنے آپ کو "مسلمانوں کی ایک جماعت" قرار دینے کی سازش میں کامیاب ہوتی دکھائی دی ہے۔ اور یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ یقیناً ہمارے صحافتی اداروں نے بے جا رواداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور یہ بھول گئے ہیں کہ قادیانی اسی رواداری کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔

پاکستان اور بیرون ملک کے مؤقر جرائد اس امر کی طرف بار بار اشارہ کر رہے ہیں کہ اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن عرب ممالک کی سالمیت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ اس مشن کی غرض و غایت ہی یہی تھی کہ اسرائیلی صیہونی سرپرستی میں قدم جمائے جائیں اور مسلمان بن کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کی جائیں۔ اس مشن کے قیام سے لیکر آج تک قادیانی زعماء اس بات کی وضاحت کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ کہ صیہونی ریاست اسرائیل میں ایک انگریز گماشتے مدعی نبوت کی نبوت کاذبہ کی تبلیغ کی کیوں اجازت ہے۔ جب کہ یہود ایسی مغضوب قوم ہے کہ اس نے خدا کے سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چین نہ لینے دیا۔ اور اب تک ان کے خلاف یہودی لٹریچر میں ایسے ناروا فقرے لکھے ہیں جن کو پڑھ کر دل کانپ اٹھتا ہے۔ اور یہ بات ضمناً درج ہو جائے تو بہتر ہوگا کہ مرزا قادیانی اور اس کی نبوت کاذبہ کے پرچاروں کی تصانیف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں جو گستاخانہ کلمات موجود ہیں یہ سب یہودی مصنفوں کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ مرزا قادیانی نے کشتی نوح اور اپنی دیگر کتب میں اس امر کا بلاواسطہ اعتراف کیا ہے۔ کہ یہود کی کتب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں

بہت کچھ لکھا ہے اور عیسائی اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ عیسائی مبلغوں اور ان کے بڑے بڑے تبلیغی اداروں نے مغربی پریس میں بار بار واویلا مچایا ہے۔ کہ یہودی انہیں اسرائیل میں تبلیغ کی اجازت نہیں دیتے اور ان کے اشاعت گھروں پر حملے کر کے ان کا لٹریچر جلا دیتے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا قادیانی کی جو کتب شائع ہوتی ہیں ان پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاتی۔ قادیانی کتب البشریٰ، الہدیٰ، کشتی نوح وغیرہ، حیفہ، مونٹ، کرمل اور کبابیر کے اسرائیلی شہروں میں تقسیم کی جاتی رہی ہیں اور قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین آنجہانی کے برطانوی سامراج کی حمایت اور ان کی نوآبادیاتی پالیسی کے جواز میں جو رسائل لکھے گئے ان کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی گئی۔ قادیانی پرچہ البشریٰ اسرائیل سے آج تک نکلتا ہے۔ اور اس پرچے نے عربوں کے مفادات کو جس طرح نقصان پہنچایا ہے وہ ایک خونچکاں داستان ہے۔ بر سبیل تذکرہ قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اسرائیل میں تقریباً ہر قادیانی مبلغ پر قاتلانہ حملے کئے۔ قادیانی مبلغ جلال الدین شمس، مولوی سلیم وغیرہ نے اسرائیل میں یہودی صیہونیت اور برطانوی شہنشاہیت کے زیر سایہ عربوں کو فلسطین سے نکالنے، ان کے سیاسی مفادات کو تاراج کرنے اور صیہونیوں کو بتدریج بسانے میں نمایاں کام کئے۔ یہودی تنظیمیں اور ادارے مغربی ممالک سے بیشمار روپیہ اسرائیل کے قیام کے لئے صرف کرتے تھے۔ جن کا ایک وافر حصہ قادیانیوں کو ملا کرتا تھا۔ اس روپے کو شام، سعودی عرب، اردن اور مصر میں سیاسی تحریکوں کو سبوتاژ کرنے حریت پسندانہ جذبات کو کچلنے اور جاسوسی کا وسیع جال بچھانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی بعض رسائل و جرائد کا حالیہ انکشاف ہے کہ قادیانی اسرائیلی فوج میں بھرتی ہو کر عربوں کے خلاف صف آرا ہیں۔ مرزا ناصر احمد نے گذشتہ دنوں سفر یورپ میں اسرائیلی صیہونیوں اور مغربی سامراجیوں سے اسی قسم کی کی ہے۔ اور ان تمام باتوں کو انہیں تردید کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

ان حالات و شواہد کی روشنی میں مسلمان مطالبہ کرتے ہیں کہ :—

۱۔ آئین میں کی گئی لاہوری اور ربوہی مرزائیوں کے بارے میں ترمیم پر پوری طرح عمل درآمد کرایا جائے۔ اور قادیانیوں کو دل آزار الفاظ استعمال کرنے سے روکا جائے۔

۲۔ جعلی نبوت کا کاروبار بند کرایا جائے اور اسے کھلی تبلیغ کی قطعاً اجازت نہ دی جائے۔

۳۔ قادیانیوں کے عرب ممالک کے خلاف عزائم اور اسرائیل سے ان کی سازباز کو بے نقاب کیا جائے۔

۴۔ پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھی جائے۔ ۵۔ بیرون ملک پاکستانی سفارت خانوں کے ذریعہ قادیانیت کے اصل روپ کو پیش کیا جائے۔ ۶۔ عرب ممالک میں عربی لٹریچر کے ذریعے اس خودکاشتہ پودے کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی جائیں۔ امید ہے کہ ہماری ان معروضات پر غور کر کے مناسب اقدام کئے جائیں گے۔

مولانا محمد اسحاق سندیلوی۔ کراچی

سرکاری مدارس کا نیا نصابِ دینیات

بالفاظ مختصر یہ نصاب سلو پوائزن ہے جو سنیّت کو ختم کرنے کے لئے دیا جا رہا ہے۔ نصاب کے رجحان اور اس کے نفسیاتی اثرات کا جائزہ لیں تو اس سے شیعیت کے جراثیم صاف دکھائی دیں گے۔

ادارہ

اہلِ سنت کی مخالفت کے باوجود سرکاری مدارس میں شیعہ دینیات کی تعلیم کا انتظام منظور کر لیا گیا اور اس کے لئے نصاب تعلیم بھی تیار ہو گیا۔

ابتدا سے آٹھویں درجہ تک دینیات کا نصاب تعلیم اہل سنت اور شیعوں دونوں کیلئے ایک ہی ہے۔ نویں اور دسویں میں دونوں کیلئے نصاب الگ الگ ہے۔

دونوں قسم کے نصاب تعلیم پر ایک نظر ڈالنا انشاء اللہ باعث بصیرت ہو گا۔ شاید ان سنیوں کی آنکھیں بھی کھل جائیں جو بہت کچھ دیکھنے کے بعد بھی با حمیت اہل سنت کی آواز کو شیعہ سنی اتحاد کی صدائے بے ہنگام میں دبا دینا چاہتے ہیں۔ مسئلہ بہت اہم ہے۔ قومی زندگی کے اس مرحلہ پر ہماری غفلت نسل کی گمراہی پر منتج ہو سکتی ہے۔ اور فردائے قیامت ہمارے پاس اس گناہ عظیم کیلئے کوئی عذر نہ ہو گا۔ سرکاری مدارس میں شیعیت کی تعلیم ہی بالکل خلاف عدل و انصاف اور اصول جمہوریت کے منافی ہے۔ چہ جائیکہ مشترک نصاب۔ جبکہ ہمارا اور شیعوں کا کلمہ بھی متحد نہیں۔

نویں اور دسویں کی کتاب

جماعت نہم اور دہم کا نصاب دینیات سنیوں اور شیعوں کیلئے الگ الگ ہے۔ سنیوں کیلئے جو کتاب داخل نصاب کی گئی ہے، اور نیشنل بک فاؤنڈیشن نے شائع کی ہے، اس پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ سرورق پر "اسلامیات لازمی" تحریر ہے۔ گویا یہ کتاب کا نام ہے۔ نیچے توسین کے درمیان "سنی طلبہ کیلئے" لکھا ہوا ہے۔ مگر سرورق اُلٹئے تو مصنفین اور نظر ثانی کرنے والوں کی فہرست میں

شیعہ صاحبان کے نام بھی نظر آئیں گے۔ نصاب کا رجحان اسی سے معلوم ہو جاتا ہے۔
کس قدر افسوسناک عجوبہ ہے کہ سنی اسلامیات کی تصنیف اور تالیف میں شیعہ بھی شریک ہوں! آخر شیعوں کو یہ حق کس اصول کی بنا پر پہنچتا ہے کہ وہ ہماری دینی تعلیم میں دخیل ہوں۔؟ جبکہ ہمارے اور ان کے مذہب میں بعد المشرقین بلکہ تناقض اور تضاد ہے۔ یہاں تک کہ کلمہ میں بھی اتحاد نہیں۔ ہمارا کلمہ دوسرا ہے اور ان کا دوسرا۔

کتاب مذکور کے بعض مضامین و عبارات کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ لیکن اس سے پہلے اس اصولی بات کو سامنے لانا چاہتا ہوں، کہ نصاب دینیات طلبہ کو صرف دینی معلومات مہیا نہیں کرتا بلکہ ان کے ذہن کو ایک خاص رجحان بھی دیتا ہے۔ اور ان کیلئے ایک مخصوص مذہبی زاویۂ نظر بھی مہیا کرتا ہے۔ نصاب دینیات پر نظر کرتے وقت اس اہم اصول کو پیش نظر رکھنا لازم ہے۔ اس کی روشنی میں نصاب پر نظر کرنے سے بہت مایوسی ہوتی ہے۔

سنی اسلامیات کے نصاب کو سنی زاویہ نظر اور سنی رجحان پیدا کرنا چاہیئے۔ مگر اس میں اسکی رعایت نہیں رکھی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس ذہن کے رخ کو شیعیت کی طرف موڑنے والی فروگذاشتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ص۴۲ پر، عورتوں کا مقام کا عنوان قائم کر کے عورتوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برتاؤ کے چند واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اسی کے ذیل میں مذکور ہے:

"حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ حضورؐ کو اتنی محبت تھی کہ انہیں آپ اپنے جگر کا ٹکڑا فرماتے۔"

کسی سنی کو اس جملہ کے سننے سے گرانی نہیں ہو سکتی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقیدت اور آں محترمہ کا احترام ہر سنی کے نزدیک واجب ہے۔

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں اور بھی تھیں۔ یعنی حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔ ان کے تذکرے سے کتاب کیوں خالی ہے۔؟ ان واجب التعظیم صاحبزادیوں کے تذکرے کو نظر انداز کرنا اور صرف حضرت فاطمہؓ کے تذکرے پر اکتفا کرنا یقیناً ہر سنی کے لئے تکلیف دہ ہے۔ کہنا یہ چاہیئے تھا کہ حضورؐ کو اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ بہت محبت تھی۔ اقتضاء مقام بھی یہی تھا اور واقعہ بھی یہی ہے۔

آنحضورؐ کو صرف حضرت فاطمہؓ ہی سے تو محبت نہ تھی، سب ہی صاحبزادیوں سے محبت تھی اور سب کو اپنے جگر کا ٹکڑا سمجھتے تھے۔ صرف اسی مقام پر نہیں بلکہ پوری کتاب میں یہی روش نظر آتی ہے۔ آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کا تذکرہ کہیں نہ ملے گا۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا

رضی اللہ عنہا کا تذکرہ بار بار ملے گا۔

کیا اس سے شیعوں کے اس قول باطل کے اثر کو تقویت نہیں پہنچتی کہ العیاذ باللہ آنحضورؐ کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں۔؟ ص ۱۱۳ پر اولاد نبی کا عنوان قائم کر کے صرف سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اوّل تو بلحاظ حقیقت نواسے اولاد میں داخل ہی نہیں ہوتے، بیٹوں اور بیٹیوں کو اولاد کہتے ہیں اور بیٹے کی نسل کو بھی اولاد کہا جاتا ہے۔ مگر بیٹی کی نسل نانا کی اولاد نہیں کہی جاتی۔ اس کے پیش نظر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کا تذکرہ ہونا چاہیے تھا مگر ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں۔ حضرات حسنینؓ حقیقی معنی کے لحاظ سے اولاد علیؓ ہیں نہ کہ اولاد نبیؐ۔ البتہ مجازاً انہیں اولاد نبیؐ بھی کہا جاسکتا ہے۔ ان معنی میں ان کا تذکرہ برمحل بھی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اصل اولاد یعنی صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کا تذکرہ ترک کر کے صرف نواسوں کا تذکرہ کرنے کے کیا معنیٰ؟ اچھا یہی سہی، مگر آنحضورؐ کے نواسے صرف یہی دو حضرات تو نہ تھے۔ دوسرے نواسوں مثلاً حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا۔؟

ص ۱۰۶ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

"آپ شجاعت سخاوت اور علم میں اپنی مثال آپ تھے۔"

یقیناً آں ممدوح میں تینوں اوصاف حمیدہ موجود تھے۔ مگر "اپنی مثال آپ تھے۔" کہنا بالکل غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان تینوں اوصاف میں آپ کے مثل صحابہ کرامؓ میں متعدد حضرات تھے۔ بلکہ ایسے حضرات بھی تھے جو ان اوصاف میں سے کسی میں آں محترم سے بڑھے ہوئے تھے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک روایت میں راوی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وکان ابوبکرٍ ھو اعلمنا۔ (اور حضرت ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔)[1]

اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چالیس اقرباء کو جمع کر کے اسلام اور تبلیغ اسلام میں اعانت کی دعوت دی۔ مگر کسی نے اعانت کی حامی نہ بھری۔ صرف حضرت علیؓ اس کے لئے تیار ہوئے۔ مگر جو صحابہؓ عملاً معاونت کرتے رہے ان کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا۔؟ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں کوئی بھی قابل ذکر اعانت و امداد نہیں کی۔ کیونکہ بوجہ صغر سنی وہ کوئی امداد کر ہی نہ سکتے تھے۔ بخلاف اس کے صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ دین کے مبلغ اور نبی اکرم

---

۱ بخاری شریف کتاب المناقب مناقب صدیق اکبرؓ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون و مددگار رہے۔ حضرت علیؓ نے اس وقت اعانت کی جب وہ اس قابل ہوئے۔
اس سے قطع نظر اسلوب بیان سے پڑھنے والے کے ذہن پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ مکی زندگی میں آنحضور صلوات اللہ علیہ کے حامی و ناصر صرف حضرت علیؓ تھے۔ اور یہ چیز کسی سنی کیلئے قابل برداشت نہیں۔

ص۱۰۷ پر لکھتے ہیں:

"اور حضرت علیؓ ممتاز مجاہد تھے غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں اسلام کے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔
ان کے نامور بہادروں کو شکست فاش دی اور بعض کو جہنم رسید کیا۔"

لکھنا یہ چاہیئے تھا کہ حضرت علیؓ کا شمار ممتاز مجاہدوں میں ہے۔ صحابہ کرامؓ میں ایسے حضرات کی خاصی بڑی تعداد تھی جو حضرت علیؓ ہی کی طرح مجاہدانہ اوصاف میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

کہنا یہ چاہیئے تھا کہ حضرت علیؓ غزوہ بدر و احد میں بھی شریک رہے۔ شرکا غزوہ بدر کی جو فضیلت ہے۔ وہ آں محترم کیلئے بھی ثابت ہے۔ اس عنوان سے قاری پر یہ اثر ہوتا ہے کہ بدر و اُحد کا سارا کریڈٹ آں محترم ہی کو ملنا چاہیئے۔ حالانکہ یہ بات بالکل خلافِ حقیقت ہے۔ دشمنانِ اسلام کا مقابلہ سب ہی صحابہ کرامؓ نے کیا تھا۔ اس میں آں محترم ہی کی کیا خصوصیت ہے۔؟ غزوۂ بدر میں جنگ مبارزت کے موقعہ پر جسطرح حضرت علیؓ نے اپنے مقابل کو قتل کر دیا اسی طرح حضرت حمزہؓ نے بھی اپنے مقابل کو واصل جہنم کیا۔ جنگ مغلوبہ میں سب صحابہؓ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بلکہ آں محترم کے ہاتھ میں تو تلوار بھی تھی بہت سے صحابہ کرامؓ کے پاس تو تلوار بھی نہ تھی انہوں نے تو لاٹھی ڈنڈوں سے شمشیر و سنان کا مقابلہ کیا۔
حضرت معاذ اور حضرت عوذ رضی اللہ عنہما نے دشمن کی صفوں میں گھس کر ابو جہل کو مار گرایا جو مخالفین کا بہت بڑا سردار تھا اور جسکی حفاظت ان کا ہر فرد ضروری سمجھتا تھا۔ یہ کارنامہ جنگِ مبارزت میں مقابل کو قتل کر دینے سے بڑھ کر ہے۔

اسی صفحہ پر مندرج ہے، "آپ فاتح خیبر ہیں" یہ بات بھی خلاف واقعہ اور غلو کا نمونہ ہے۔ خیبر کا ایک قلعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ یعنی جس فوج نے اس قلعہ پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اس کے سردار آں محترم تھے۔ مگر خیبر ایک قلعہ کا نام نہیں پورے علاقہ کا نام ہے جس میں متعدد قلعے تھے۔ دوسرے قلعے دوسرے حضرات نے فتح کئے۔ صرف حضرت علیؓ کو فاتح خیبر کہنا صحیح نہیں۔
ص۱۱۱ پر ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے تذکرے میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اس عنوان سے ہے، "آپ خاندان بنو امیہ کے ممتاز سردار کی بیٹی تھیں۔" حضرت ابو سفیانؓ کا

اس طرح تذکرہ کھلی ہوئی بے ادبی ہے۔ جو ہر سنی کیلئے تکلیف دہ ہے۔

آخری صفحہ پر کاتبین وحی کی ایک فہرست ہے۔ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام مذکور نہیں حالانکہ وہ بھی مشہور کاتبانِ وحی میں شامل ہیں۔ ص۲۲ پر زیر عنوان نظم وضبط مسٹر جناح کا بھی ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ نہ کوئی عالم تھے نہ دیندار و متقی ——— مذہبی کتاب میں ان کا قول نقل کرنا بالکل بے محل اور اور نامناسب ہے۔

احادیث نقل کرنے میں بھی ضروری احتیاط نہیں ملحوظ رکھی گئی۔ مثلاً ایک حدیث اس طرح نقل کی ہے۔ العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ۔ حالانکہ حدیث یوں ہے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔ کسی حدیث کے متعلق کسی کتاب کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔

خیر الناس من ینفع الناس۔ حدیث ہے تو کہاں ہے۔؟ حوالہ مذکور ہوتا تو پتہ چلتا۔ آخر میں یہ بات صاف کر دینا ضروری ہے کہ حضرت علیؓ کی فضیلت و بزرگی ہر سنی کے نزدیک واجب التسلیم اور اس کا تذکرہ مستحسن مگر ان کے واقعی اور صحیح فضائل ان کی شخصیت کو ظاہر کرنے کیلئے کافی ہیں۔ ان میں مبالغہ کا پیوند یا خلاف واقعہ امور کا جوڑ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور سنی مزاج اسے گوارہ نہیں کرتا۔ علیٰ ہذا آں محترم کی شخصیت کو نمایاں کرنے کیلئے ایسا طرز اختیار کرنا جو اس مبارک دور کی دوسری عظیم شخصیتوں کو نظر سے پنہاں کر دے، اہل سنت کے نزدیک گمراہ کن ہے۔

افسوس ہے کہ زیر نظر کتاب میں ایسا ہی طرز اختیار کیا گیا ہے۔ اور مبالغہ آرائی کے ساتھ خلافِ واقعہ امور کو ممزوج کر کے اسکی قوت تاثیر کو بڑھایا گیا ہے۔

اس طرز عمل کیوجہ سے یہ نصاب طلبہ وطالبات کو سنی زاویہ نظر دینے سے قاصر ہو گیا۔ اسے پڑھ کر سنی ذہن کبھی وجود میں نہیں آسکتا۔ بلکہ اسکی تخریب کا سامان اس میں موجود ہے۔ جو اس قدر مخفی ہے کہ تمام نگاہیں اس کے ادراک سے قاصر رہتی ہیں۔ گذشتہ سطریں اس راز کو افشا کر دیتی ہیں۔

——— آٹھویں جماعت کی کتاب ———

ص۳۲ پر قرآن کریم کی ایک آیت نقل کی گئی ہے۔ جس میں صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس پر فلاح اور کامیابی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ آیت کے ترجمہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کا تذکرہ ہے۔ یہ بیان دور تک چلا گیا ہے۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

"خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نیکی اور عظیم کام پر مامور فرمایا کہ آپ اسلام اور قرآن کی برتری اور خوبی تمام دنیا میں پھیلا دیں۔ آپ نے یہ سارا کام تیئس سال کی مدت میں پورا کیا۔ ملک عرب جہاں سے

آپ کی تبلیغ شروع ہوئی۔ وہاں کے رہنے والے سینکڑوں بتوں کے پجاری تھے۔ ساری دنیا میں
کفر اور بدی کا غلبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی قوت عطا فرمائی تاکہ آپ دشمنانِ دین کا ڈٹ کر
مقابلہ کر سکیں۔ آپ کو دشمنوں نے اتنا ستایا کہ دنیا میں کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا۔ آپ نے صبر کی
انتہا کر دی آپ نے صرف یہی کہا کہ اللہ ان کو ہدایت دے۔ مکہ والوں نے آپ کا تین سال تک بائیکاٹ
کیا۔ آپ طائف کے شہر میں دین کی دعوت کیلئے گئے وہاں آپ پر پتھر برسائے گئے۔"

اسی قسم کا مضمون دور تک چلا گیا ہے۔

اس عبارت کو غور سے ملاحظہ فرمائیے، اور اس کے بعد تصور کیجئے کہ اسے پڑھنے والے خام ذہن بچے ہوں گے نفسیاتی اعتبار سے ان کے ذہن پر اس کا کیا اثر ہوگا۔؟ اس کا جواب سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(الف) دعوتِ دین کے ابتدائی دور میں مکہ والوں یا طائف والوں یا دوسرے عربوں نے جو مخالفت کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذائیں پہنچائیں ان کا تذکرہ تو کیا گیا ہے۔ مگر ان کے اسلام لانے اور اسلام لاتے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار خدام بن جانے کیطرف اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ اس کا یہ اثر لازم ہے۔ کہ بچہ کو اہل مکہ اور اہل طائف بلکہ اس دور کے سب لوگوں سے باستثنائے چند اقارب نبی اکرمؐ نفرت و عداوت ہو جانے، بچپن سے جو نفرت و عداوت دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ اس کا نکلنا بہت دشوار ہوتا ہے۔

پھر جب بائیکاٹ کا مذکورہ واقعہ استاد سے مجملاً سنے گا تو اسکی یہ نفرت اور زیادہ شدید ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ کلاس سے باہر آکر مسلمانوں کی زبانوں سے صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ کے اسماء سنے جس سے ان حضرات کے متعلق اسے حسنِ ظن پیدا ہو جائے۔ مگر جن حضرات صحابہؓ کا تذکرہ عام نہیں ہے۔ ان کے بارے میں اسے کوئی حسن ظن پیدا نہ ہوگا۔

اس کا کم سے کم نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان حضرات صحابہؓ سے یہ بچے بدگمان و متنفر ہی رہیں گے جو فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ اور اگر صحیح تعلیم یا مطالعہ نے ان کے ذہن کو صاف نہ کیا تو عمر بھر یہ اس ورطۂ ضلال میں مبتلا رہیں گے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس میں مبتلا کریں گے۔

(ب) پہلی خط کشیدہ عبارت بہت مغالطہ انگیز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیا صرف اس لئے ہوئی تھی کہ اسلام اور قرآن کی برتری ساری دنیا میں پھیلا دیں۔ پھیلا دینے کا تو مطلب صرف اتنا ہے کہ دنیا میں ہر طرف اسلام اور قرآن کی برتری اور خوبی کی شہرت ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد صرف اتنا تو نہ تھا۔ قرآنِ کریم کا بیان ہے کہ ختم المرسلین کے چار فرائض منصبی مقرر فرمائے

گئے تھے۔ تلاوت آیات یعنی دعوت دین اور جو لوگ ایمان لے آئیں ان کو تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت اس کے ساتھ ان کا تزکیہ یعنی ان کی اصلاح اور تربیت باطنی۔ ان سب امور کو نظر انداز کر کے ایک گول مول بات لکھ دی گئی ہے۔ حالانکہ اقتضاء مقام یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بے نظیر کامیابی ہوئی اس کا تذکرہ کیا جاتا اور یہ دکھایا جاتا کہ آنحضورؐ نے صبر و تحمل کے ساتھ غلبۂ دین کی کوشش فرمائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تیئس سال کی قلیل مدت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا اور پوری قوم انتہائی پستی سے بلندی کے اس درجہ پر پہنچ گئی جو کسی امتی کی بلندی کی انتہاء ہے۔ دشمن دوست اور جان نثار بن گئے۔ اور جو بُرے تھے وہ خوبی و پاکیزگی میں ملائک کی ہمسری کرنے لگے۔ آنحضورؐ اور احنا فدا کے اس بے مثال معجزے کی طرف اشارہ تک نہیں کیا گیا۔

یہ مغالطہ انگیز بیان کسی شیعی قلم کا رہین منت معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ بچے کے ذہن میں رتبہ صحابیت کا صحیح تصور اور صحابہؓ کی عظمت پیدا نہ ہونے پائے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اسلام کا ناشر سمجھے اہل ایمان کا معلم و مربی اور مزکی نہ سمجھے کیونکہ اگر یہ سمجھے گا تو آنحضورؐ کے شاگردوں کی طرف بھی ذہن فطرتاً منتقل ہوگا۔ اور فطری طور پر ان حضرات کے متعلق اسکا تصور بلند ہوگا۔ اور یہی وہ چیز ہے جسکا سدباب شیعہ کرنا چاہتے ہیں۔ مغالطہ بہت دقیق ہے۔ اس لئے بہت کم سنی اسے سمجھ سکتے ہیں۔

ص۴۲ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ذکر واحد کے صیغوں کیساتھ بے ادبانہ انداز میں ہے۔ اسی طرح بعض دوسرے صحابہ کرامؓ کا بچوں کے ذہن پر اس کا یہ اثر ہوگا کہ ان صحابہؓ کی عظمت اس میں نہ پیدا ہو سکے گی، اپنے معاشرے میں خدمت کار کا جو تصور ان کے ذہن میں ہے وہی ان پر چسپاں کریں گے۔

——— ساتویں جماعت کی کتاب ———

ص۳۳ پر فتح مکہ کے بیان میں مذکور ہے :

"ابو سفیان جو مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا۔ اس خدائی فوج کے جلال دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ اور مقابلے کی بجائے اس نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔"

اس عبارت کو پڑھ کر بچے کے ذہن میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا کیا تصور قائم ہوگا۔؟ اس سے تو وہ یہی سمجھے گا کہ آں محترم نے لشکر اسلام کی شوکت سے مرعوب ہو کر بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا۔ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ العیاذ باللہ۔

یہ خیال باطل سنی ذہن کیلئے زہر ہے۔ بچے کا خام ذہن اس زہر کو پی کر سنی روح کو کب تک محفوظ

رکھ سکے گا۔ ؟ اس کتاب میں نہیں بلکہ پورے نصاب میں جہاں بھی حضرت ابوسفیانؓ کا نام آیا ہے، وہاں ایسے ہی انداز سے آیا ہے جس سے ان کے متعلق کوئی اچھا تصور پیدا نہیں ہوتا بلکہ بدگمانی کو راہ ملتی ہے۔ اسی صفحہ پر حضرت فاروق اعظمؓ کا نام تو اس طرح آیا ہے: "آپ نے عمر فاروق سے ارشاد فرمایا۔" مگر ایک سطر بعد لکھتے ہیں: "پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو بت توڑنے کا حکم دیا۔" دونوں حضرات کے اسماء گرامی کے اظہار میں فرق ظاہر ہے۔ اور اس کا جو اثر سنی بچوں کے ذہن پر پڑے گا وہ بھی محتاجِ بیان نہیں ـــــــ

ص۲۴ پر بعد فتح کے واقعات میں قریش کے اسلام لانے کیطرف اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ حالانکہ یہ مقتضائے مقام تھا۔ بیان پڑھ کر ناواقف خصوصاً بچہ یہی سمجھے گا کہ العیاذ باللہ فتح کے بعد بھی یہ سب کافر ہی رہے۔ اور باوجود اس کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ رعایت فرمائی۔

ص۲۲ پر بیان وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں لکھا ہے: "نماز کی امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی۔" حالانکہ لکھنا یہ چاہیئے تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امامت صلوٰۃ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ امامت کریں۔ اسی بیان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دینے کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس موقع پر اس کے تذکرہ کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ مگر دوسری بنات صالحاتؓ کے تذکرہ سے کتاب بالکل محروم ہے۔ اس کے اثر کی نشاندہی صفحات گزشتہ میں کر چکا ہوں۔

ص۲۹ غزوہ خیبر کے تذکرہ میں حضرت علیؓ کو ایک دن عَلَم (جھنڈا) دینے کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے: "کل میں ایک خاص علم اس شخص کو دوں گا" اس میں ایک خاص کا اضافہ اپنی طرف سے کر دیا گیا۔ حدیث میں صرف عَلَم دینے کا ذکر ہے۔

ص۳۰ پر زیر عنوان "جنگ تبوک" لکھا ہے: "جانے سے پہلے آپؐ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو مدینہ کا نگران مقرر کیا۔" اس میں مغالطہ دینے کی کوشش پنہاں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر حضرت علی المرتضیٰؓ کو اپنے اہل وعیال کی خبرگیری کیلئے مدینہ میں مقرر فرمایا تھا۔ صرف یہی کام آں محترم کے سپرد تھا۔ مدینہ کا نگران انہیں نہیں بنایا گیا تھا۔ بلکہ آنحضور نے حضرت عبداللہؓ ابن ام کلثوم کو نگران بنایا تھا۔ اور نماز کا انتظام انہیں کے سپرد فرمایا تھا۔

شیعہ اس روایت سے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال تو بالکل کمزور اور بے جان ہے۔ مگر خام عقل اور دین سے ناواقف بچے دھوکہ میں آسکتے ہیں۔ اس مغالطہ کا مقصد یہی ہے۔ کہ بچوں کے ذہن کو اس غلط استدلال کے قبول کرنے کیلئے تیار کر دیا جائے۔

چھٹی جماعت کی کتاب بعض نقائص کے باوجود ان کتابوں میں نسبتاً سب سے غنیمت ہے۔ اس وجہ سے طوالت سے بچنے کے لئے اس پر تبصرہ ترک کرتا ہوں۔

پانچویں جماعت کی کتاب

صہ ۲۱ پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کے اسلام لانے کا واقعہ ہے۔ لکھا ہے کہ:

"اسلام لانے سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، ایک دن حضرت عمر فاروق رضؓ نے ابوجہل سے کہا: میرا جی چاہتا ہے کہ محمد کا کام تمام کر دوں۔"

اس کے بعد ان کے مسلمان ہونے کا تذکرہ ہے۔ واقعات صحیح ہیں۔ اور آن کے بیان کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ پانچویں جماعت میں پڑھنے والے کم فہم بچوں کو اس تفصیل کے بتانے کی کیا ضرورت تھی۔؟ انہیں تو صرف اتنا بتا دینا کافی تھا کہ حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے، اور آں محترم کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ہوئی۔ کم سن طلبہ قبل الاسلام اور بعد الاسلام کی کیفیتوں کے درمیان واضح فرق نہ کر سکیں گے۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ ان کے دل میں وہ عقیدت و محبت نہ پیدا ہوگی۔ جو ایک ہستی کو ہونا چاہئے۔ بلکہ خطرہ ہے کہ آں محترم کے متعلق انہیں کچھ سوءظن پیدا ہو جائے۔ شیعہ مصنفین نے یہی نکتہ ملحوظ رکھا ہے۔

صہ ۳۳ پر مقاطعہ کا واقعہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں: "۶۱۶ء کے آخر میں بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے مخالفوں کی ایک انجمن بنائی گئی۔" عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ مقاطعہ خاندانی بنیاد مبنی تھا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مقاطعہ کی بنیاد کفر و اسلام کی جنگ اور مخالفت پر تھی۔ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے بحیثیت خاندان کسی کو کوئی مخالفت نہ تھی۔ اس مغالطہ دہی کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ اسلامی تاریخ کے مشاجرات اور محاربات کو خاندانی عصبیت کی عینک سے دیکھنے کیلئے بچہ کا ذہن تیار ہو جائے۔

صہ ۳۵ پر معراج کا تذکرہ ہے۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کی تصدیق کا اہم واقعہ قلم انداز کر دیا گیا۔ جبکہ صہ ۳۶ پر ہجرت کے بیان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ رہنے کا واقعہ پورے اہتمام سے دکھایا گیا ہے۔ اور لکھا ہے: "حضرت علی المرتضیٰ رضؓ نے حکم کی تعمیل کی اور خطرے کے باوجود حضورؐ کے بستر پر لیٹ گئے۔"

حالانکہ ان کے لئے کوئی خطرہ نہ تھا۔ کفار صرف آنحضورؐ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اگر خطرہ ہوتا تو آں حضورؐ امانتیں کیوں ان کے سپرد فرماتے۔؟ خطرہ تو حضرت ابوبکرؓ کے اہل و عیال کیلئے تھا۔ جو ہجرت میں معاون تھے۔

اسی ذیل میں لکھا ہے : " یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ پریشان ہوئے اور عرض کیا " حضور اب کیا ہوگا۔ پریشانی کس کے لئے تھی، اپنے لئے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ؟ کتاب اس تفصیل سے خالی ہے۔ اور اسلوب یہاں ایسا اختیار کیا گیا ہے۔ کہ صدیق اکبرؓ کے متعلق کمزوری کا تصور قائم ہو اور پڑھنے والا سمجھے کہ آں محترم کو اپنی جان کی فکر تھی۔ العیاذ باللہ۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آں محترم کو اپنی کوئی فکر نہ تھی بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر تھی۔

چوتھی جماعت کی کتاب

۳۲ صفحات کی یہ بہت مختصر کتاب ہے۔ ایک سنی بچہ کے لئے اس مرحلے پر صحابہ کرام میں کم از کم حضرات خلفاء اربعہ کے اسمار گرامی سے واقفیت ضروری ہے۔ مگر کتاب میں حضرت علیؓ کا تذکرہ تو دو تین جگہ موجود ہے۔ اور حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے اسمار گرامی کہیں نہیں ملتے۔ مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ بچے کے ذہن پر حضرت علیؓ کی عظمت کا نقش اس طرح بٹھایا جائے۔ کہ جو حضرات ان سے بھی اونچا درجہ رکھتے ہیں ان کی عظمت بھی پوشیدہ ہو جائے۔ واضح بات ہے کہ یہ چیز سنی مذہب کے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ مگر اس کے نفسیاتی اثرات بہت خطرناک اور شدید ہیں۔ ان کتابوں میں اور بھی چیزیں ہیں جو قابل تغیر ہیں۔

جو مثالیں پیش کی گئی ہیں، وہ نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دیکھنے والی اصل شئے یہ ہے کہ نصاب کا رجحان کیا ہے اور اس کا نفسیاتی اثر کیا ہو سکتا ہے ؟ اس زاویہ سے اس میں شیعیت کے جراثیم صاف دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اسے پڑھ کر ہمارے نونہال العیاذ باللہ شیعہ ہو جائیں گے۔ مگر یہ کہتا ہوں کہ اسے پڑھ کر ان میں شیعیت کو قبول کرنے کی صلاحیت یقیناً پیدا ہو جائے گی۔ حالانکہ دینیات پڑھنے کا اثر یہ ہونا چاہیئے کہ بچہ مذہب اہل سنت میں پختہ ہو جائے۔ اور اس کا ذہن کلیۃً " سنی " بن جائے۔ سنی ذہن کی شکست ہی ہماری تباہیوں کی بنیاد ہے۔ اور اسکی تعمیر ہی سبیل نجات و فلاح۔ لیکن یہ نصاب دینیات اس کی تعمیر کرنے کی بجائے اس کے بچے کھچے اجزاء کو بھی بوسیدہ کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شیعہ اس کے نتائج کے بارے میں بہت پُر امید ہیں۔ افسوس ہے کہ دینی طرز فکر سے محرومی کی وجہ سے بہت سے اہل سنت اس خطرناک نفسیاتی تدبیر کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں جو نصاب مذکور کی بنیاد ہے۔ بالفاظ مختصر یہ نصاب " سلو پوائزن " ہے۔ جو سنیت کو ختم کرنے کے لئے دیا جا رہا ہے۔ علاوہ بریں اسکی کیا گارنٹی ہے کہ نصاب میں تبدیلی نہ ہوگی۔ ؟ تجربات بتاتے ہیں کہ اگر یہی لیل و نہار رہیں تو نصاب میں روز بروز شیعیت کا رنگ گہرا ہوتا چلا جائیگا۔ اور سنی رنگ ہلکا۔ ان کتابوں میں زبان کی غلطیاں بھی بکثرت ہیں۔ نقل حدیث میں بھی بے احتیاطی کی گئی ہے۔ چونکہ کامل جائزہ مقصود نہیں اس لئے ان امور کو نظر انداز کیا گیا ــــــ

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہٗ

حضرت عیسیٰ ؑ کی حیات و نزول کی حکمت

قسط (۳)

آپ کی ذاتی حیثیت کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا (عمران) جو زاہد اور امام تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اور آپ کی بیوی حنة بنت فاقوذ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھی۔ جو بناء بر تحقیقی قول حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی ایشاع کی بھانجی تھی۔ گویا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حدیث معراج میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو ابنا خالة یعنی خالہ زاد بھائی کہا گیا ہے۔ وہ مجاز ہے کیونکہ عمران وحنة کی حضرت مریم علیہ السلام کے سوا اور کوئی اولاد نہ تھی۔ مریم کے معنی سریانی زبان میں خادم کے ہیں۔ حضرت مریم سے حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبرائیل سے پیدا ہوئے۔ مسیح کے معنی مبارک ہے یا بمعنی سیاحت کرنے والے جس کا گھر نہ ہو۔ نفخہ جبرائیلی جو گریبان مریم میں پھونکا گیا وہ کلمہ کُن تھا۔ اس وجہ سے کلمہ کہلائے۔ اس بنیاد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت مادری رشتہ سے انسانی ہے۔ اور نفخہ جبرئیلی کے اعتبار سے ملکی ہے۔ نفخہ جبرئیلی پدری تعلق کے قائم مقام تھا۔ لہٰذا ذات مسیح میں مادری اور پدری دونوں رشتوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔ مادری رشتہ کے لحاظ سے زمین پر رہنا، زمینی خواہشات کھانا پینا، میلان صنفی کا موجود ہونا ضروری تھا اور جبرائیلی اور ملکی رشتہ کے لحاظ سے ملکی خواص کھانے پینے وغیرہ خواہشات کا منقطع ہونا لازمی تھا۔ اس حکمت کی بنیاد پر آپ میں زمینی اور انسانی زندگی کے صفات بھی جمع کئے گئے اور ملکی زندگی سے آسمانی زندگی اور انسانی خواہشات سے استغناء اور ملکی صفات آپ کو عطا کئے گئے۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام کا طولِ حیاتِ سماوی اور ضروریات انسانی سے منقطع ہونا آپ کی شخصیت کے ملکی پہلو کا عقلی تقاضا ہے۔ اور جب دوبارہ زمین پر نزول فرمائیں گے تو زمینی خواص سے موصوف ہوں گے۔ اس لئے حدیث نزولِ مسیح میں آیا ہے کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ۔ کہ وہ شادی کریں گے۔ اور ان کی اولاد بھی

ہوگی۔ شیخ اکبر فتوحات باب میں لکھتے ہیں۔ نصفه بشر و نصفه ملك۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا نصف بشر اور نصف ملک ہے۔ آسمان پر ملکی خواص اور زمین پر انسانی خواص ہوں گے۔

ازالہ شبہ بعض کم علم نگاہ والے شبہ کرتے ہیں کہ اگر مسیح آسمان پر ہیں تو کھانا پینا کہاں سے ملتا ہے۔ اس کا پہلا جواب تو اب گذرا کہ آسمانی زندگی ان کے ملکی طرز کی زندگی ہے جس میں وہ کھانے، پینے اور اس کے لوازمات سے بے نیاز ہیں۔ جس کے کچھ نظائر زمینی زندگی میں بھی موجود ہیں۔

۱۔ طبقات شافعیہ ج ۵ صفحہ میں شیخ عزالدین فاروقی سے روایت ہے کہ انہوں نے عراق میں ایک آدمی دیکھا کہ وہ نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا۔

۲۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اندلس میں ایک عورت تھی جو بیس سال سے نہ کھاتی اور نہ پیتی تھی جس کا واقعہ مشہور ہے۔

۳۔ حاکم تاریخ نیشاپور میں عیسیٰ بن محمد السلمانی سے نقل کرتے ہیں کہ رحمت نام ایک عورت کا شوہر شہید ہو چکا تھا تو اس نے شوہر کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت کا طعام کھاتا ہے تو اس نے اس میں سے ایک ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دیا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئی تو اس کو عمر بھر کھانے کی ضرورت نہ ہوئی۔

بحوالہ مذکورہ طبقات دوسرا جواب یہ ہے کہ زمین کو آسمان سے ایسی نسبت ہے جیسے رائی کے دانہ کو پہاڑ سے۔ تو جب اس چھوٹی زمین پر اللہ تعالیٰ نے اربوں مخلوقات کے کھانے کا انتظام فرما دیا ہے۔ تو کیا آسمان پر ایک فرد کی ضروریات کا انتظام کرنا اس کے لئے مشکل ہے۔؟ قطعاً نہیں۔

حکمت نزول حضرت عیسیٰؑ بلحاظ ختم نبوۃ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ	جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں
لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ	نے دیا کتاب اور علم اور پھر آئے تمہارے
ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ	پاس بڑا رسول کہ سچا بتا دے تمہارے پاس والی
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ	کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس
وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ	کی مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس
وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ	شرط پر ہمارا عہد قبول کر لیا۔ بولے ہم نے
قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا	اقرار کر لیا۔ فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی
وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ؕ (آل عمران)	تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباس کی تفسیر کے مطابق یہ عہد انبیاء علیہم السلام سے خاتم الانبیاء علیہ السلام کے بارہ میں لیا گیا گویا حضور کریمؐ نبی الامم اور نبی الانبیاء بھی ہیں۔ آیت مذکورہ میں انبیاء علیہم السلام نے خاتم الانبیاء

کی نبوۃ کو اعتقاداً اور اقراراً تسلیم کیا اور نصرۃ بالواسطہ بھی انبیاء علیہم السلام نے حضورؐ کی نبوت کی تصدیق کر دی اور اپنی امتوں کو آپ کے نبی ہونے اور امداد دینے کی تاکید فرمائی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی کتاب استثناء باب۱۸، باب۳۳، داؤد علیہ السلام نے زبور باب۴۵ حضرت سلیمان علیہ السلام نے غزل الغزلات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل یوحنا باب۱۹ آیت ۵ تا آیت ۱۵ میں اعلان کیا۔ اب ضرورت تھی کہ آپ کی نبی الانبیاء کا عملی بالذات ظہور ہو جس کی ایک صورت حدیث معراج میں آپ کی امامت انبیاء علیہم السلام کی شکل میں ہوئی اور دوسری عملی صورت یہ ہوئی کہ آپ سے قریب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ تک زندہ رکھ کر نبی ہونے کے باوجود اُمّتی کی پوزیشن میں خدمتِ دینِ محمدی کے لئے آسمان سے نازل فرمانا طے کیا گیا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جملہ انبیاء علیہم السلام سابقین کی نمائندہ کے طور پر شرعِ محمدی کی خدمت و نصرت عملی رنگ میں انجام دیں اور حضورؐ کی نبی الانبیائی کے عہدہ کو نمایاں کر دیں۔ نبی الانبیائی کے منصب کی عملی تکمیل آئندہ کسی نبی کے ذریعہ ممکن نہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دروازہ بند تھا، اس لئے سابق انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کو آخری وقت کی نصرتِ دینِ محمدی و اظہارِ شانِ نبی الانبیائی کے لئے باقی رکھنا پڑا جو حضور کریمؐ کے بعد عطاءِ عہدۂ نبوّت کی بندش کی دلیل ہے۔

یہی حکمت نزولِ عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ختمِ نبوّت کی حیثیت سے ہے۔

حکمت نزولِ مسیحؑ بلحاظ فتنِ عالمی و اصلاحِ عمومی | اس سلسلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:-

۱۔ آپ کے نزول کا ایک مقصد دجالی فتنے کا استیصال اور قتلِ دجّال ہے۔ دجّال مدعیِ الوہیّت ہوگا۔ اور آپ توحیدِ باری قائم کرنے اور غیر اللہ کی الوہیّت کیطرف دعوت دینے کے جرم میں اس کو قتل کریں گے جس سے خود آپ کی امت کی گمراہی جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مانتی ہے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس عملِ قتلِ دجّال سے باطل قرار پائے گی اور نصاریٰ کو ذہن نشین ہو جائے گا کہ خدا کے سوا کسی اور کو الٰہ ماننا ایسا عقیدہ ہے جو موجب سزا قتل ہے۔

۲۔ یہود آپ کے قتل اور مصلوب ہونے کے مدعی تھے۔ جب آپ کے ہاتھوں دجّال یہودی اور اس کے ماننے والے یہود قتل کئے جائیں گے۔ تو یہ عملاً یہود کے اس جھوٹے دعویٰ کی تردید اور سزا ہو گی۔

۳۔ آپ دجّال میں اسمی مناسبت ہے کہ آپ مسیح ہدایت ہیں اور مکان نہ رکھنے کی وجہ سے سیاحت کرتے تھے اس لئے مسیح کہلائے اور دجّال مسیح ضلالت ہے جو دائیں آنکھ کے ممسوح ہونے کی وجہ سے مسیح کہلاتا تھا۔ تو آپ ہی کے ہاتھوں دجال ممسوحُ العین کے قتل اور اس کے متبعین کی تباہی زیادہ موزوں تھی۔

۴۔ اس وقت تمدن جدید اور سائنسی ترقی نے عالمی تباہی کی جو صورت پیدا کی ہے اس کو دیکھ کر عالم موجود

کی اس تباہی اور خون ریزی اور عالمگیر فساد کی اصلاح اور ازالہ مادی ذرائع سے ہونا ناممکن ہوگیا ہے۔ پوری دنیا مادیت پرستی کی وجہ سے جہنم کے کنارہ پر کھڑی ہے۔ انسانی اخلاق کا تقریباً خاتمہ ہوچکا ہے۔ انسانی لباس میں اس وقت حیوانیت اور حیوانی جذبات برسرِ عروج ہیں۔ اصلاح کی راہیں مادی ذرائع سے کلیۃً مسدود ہوچکی ہیں۔ اس وقت کا مشرقی و مغربی بلاک یاجوج و ماجوج کی صورت میں دنیا کی تخریب میں معروف ہے۔ یاجوج ماجوج کو عبرانی زبان میں غوغ ماغوغ اور انگریزی میں گاگ میگاگ کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عقیدۃ الاسلام ص۲۹۸ روس اور اسی طرح چین یاجوج ہے اور برطانیہ اور اسی طرح امریکہ وغیرہ ماجوج ہے۔ اور بعض گاگ میگاگ اور بعض چین ماچین سے تعبیر کرتے ہیں۔ ناسخ التواریخ نے ہبوطِ آدم علیہ السلام سے تاریخ تعمیر سد ذی القرنین تک کی تاریخ ۳۴۶۰ھ ہوطی لکھا ہے۔ اور کبھی یاجوج ماجوج کا اطلاق مطلق کافر پر کیا جاتا ہے۔ حدیث حشر میں ہے:

مِنْ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ اَلْفٌ وَّ — یعنی دوزخ میں یاجوج ماجوج سے ہزار اور

مِنْکُمْ رَجُلٌ۔ — تم میں سے ایک ہوگا۔

یعنی کافروں سے ہزار اور تم سے ایک ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ اور قرطبیؒ نے اس کی تشریح کی ہے۔ اَیْ مِنْھُمْ وَمِمَّنْ کَانَ عَلَی الشِّرْکِ مِثْلُھُمْ وَرَجُلٌ مِنْکُمْ اَیْ مِنْ احوا بہٖ وَمِمَّنْ کَانَ مِثْلُھُمْ۔ گویا ہزار سے مطلق کافر اور منکم سے مطلق مؤمن مراد ہیں۔ سنہدرین جو کمار الیہود سے ہے اور ان کے ہاں حدیث کا درجہ رکھتا ہے۔ جو خزائن الردم میں عبرانی خط میں موجود ہے۔ نقل کیا ہے کہ عالم ۴۲۹۱ھ کے بعد یتیم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد گوگ ماگوگ کی لڑائیاں ہوں گی، اور باقی ایام ماشیخ کے ہوں گے۔ صاحبِ ناسخ نے ماشیخ مبارک کو خاتم الانبیاء پر محمول کیا ہے۔ اور عبری کمار میں ماشیخ کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بعد عالم یتیم بلا راعی رہ جائیگا۔ یعنی نبوّت ختم ہوگی بہرحال دورِ حاضر میں عالمی فساد مادّیت انتہائی کی شکل میں متشکل ہوگئی ہے۔ اس کا ازالہ اپنی ضد یعنی روحانیۃ انتہائی کے بغیر ناممکن ہے جس کے لئے قدرت کیطرف سے حضرت مسیح علیہ السلام مقدر ہے کہ وہ روح المقدس کی پھونک سے پیدا ہوئے یہ پہلی روحانیت ہوئی وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ کے تحت زمینی زندگی میں بھی آپ کی تقویت روح القدس سے کی گئی۔ یہ دوسری روحانی قوت ہوئی۔ آسمان پر روح القدس کے ذریعہ اٹھائے گئے یہ تیسری تقویت روحانیت کی ہوئی۔ آپ کا نزول از روئے حدیث ایسی حالت میں ہوگا وَاضِعًا کَفَّیْہِ عَلٰی اَجْنِحَۃِ مَلَکَیْنِ۔ کہ آپ کی دونوں ہتھیلیاں دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھی ہوئی ہوں گی۔ جیسے مسلم کی حدیث میں نواس بن سمعان سے آیا۔ یہ پانچویں ملکی اور روحانی قوت ہوئی۔ ان تمام قوتوں کا اثر یہ ہوگا کہ آپ کا ایک دعائیہ جملہ کہ اے خدا ان مادی مفسد یاجوجی ماجوجی قوتوں کو ہلاک کر دے ایسا کام انجام دے گا کہ تمام مادہ پرست یاجوجی ماجوجی ہستیاں اپنی اپنی جگہ پر ہلاک ہونگی۔

اور خس کم جہاں پاک کے تحت تخریبی سائنس کے علمبرداروں کا خاتمہ ہو جائے گا اور پوری زمین ان کی لاشوں سے پُر اور بدبودار ہو جائے گی مسلم کی حدیث نواس بن سمعان میں آیا ہے کہ یاجوج ماجوج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور ان کے متبعین کا بھی محاصرہ کریں گے۔ فَیَرْغَبُ اللّٰهِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُهٗ فَیُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ النَّغَفَ حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ ان پر گردن پکڑنے والی بیماری مسلط کر دے گا۔ فَیُصْبِحُوْنَ فَرْسٰی کَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ تو ہو جائیں گے سب کے سب مردہ لاشوں کا ڈھیر کہ گویا ان سب کا مرنا ایک آدمی کا مرنا ہے۔ بالشت بھر زمین خالی نہ ہوگی جو ان کی لاشوں کی بدبو سے پُر نہ ہوئی ہوگی تو اللہ بختی اونٹوں جتنے بڑے بڑے پرندے بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر کہیں اور جگہ پھینک دیں گے۔ سائنس نے جو موجودہ ایٹمی دور کو جنم دیا ہے اس کے ازالے کی تدبیر یا دی قوت سے ممکن نہیں۔ اگر کوئی سائنسی حکومت ان کے توڑ کے لئے کارخانے بنائے تاکہ ان کا مقابلہ کیا جائے تو یہ مفسد قوتیں اس قدر آگے نکل چکی ہیں کہ ان کی برابری مشکل ہے اور پھر سائنسی آلات حرب سے مسلح سلطنتیں مشرقی بلاک کی یا مغربی بلاک کی، سب تخریب عالم اور فساد اور خدا دشمنی پر متفق ہیں۔ فساد اس قدر زوردار ہے جس کی نظیر تاریخ بشری میں ناپید ہے۔ اس لئے صحیح مسلم میں عمران حصین کی حدیث میں اس دجالی فتنہ کے متعلق مذکور ہے:

مَا بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ — دجالی فتنہ سے بڑا کوئی فتنہ پیدائش آدم سے
اَمْرٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔ — قیامت تک نہیں۔

پانچویں حکمت پانچویں حکمت یہ ہے کہ موجودہ دور کے عالمی فتنوں اور ایٹمی تباہیوں کے بانی مبانی یہود و نصاریٰ ہیں۔ اشتراکیت کا بانی کارل مارکس یہودی ہے۔ ایٹم بم کا موجد شوپن ہار یہودی ہے۔ تہذیب جدید کے خدا فراموشانہ، فاسقانہ معاشرہ اور انسان کش سامراجیت کی بنیاد مسیحی طاقتوں نے قائم کی ہے۔ اور دیگر مذاہب والوں کو مثلاً مسلمانوں کو بگاڑنے والی بھی عیسائی قومیں ہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ایک اسرائیلی پیغمبر جو مسیحی اقوام کا پیشوا ہے انہی کے ہاتھوں ان کی اُمت کے پیدا کردہ فساد کا خاتمہ ہو۔ الغرض اُمت مسیح علیہ السلام نے مادی اور سائنسی ایٹمی ذرائع سے جو عالمی فساد برپا کیا ہے۔ اور زمینی قوتیں اس کے مقابلہ سے عاجز ہیں اور اب بجز مذکورہ آسمانی تدبیر کے زمین کی اصلاح قطعاً ناممکن ہے۔ اس لئے عقلاً بھی نزول مسیح علیہ السلام کی ضرورت ہے۔ جو خدا کی تدبیر نے ہزاروں سال پیشتر طے کر دیا ہے۔ نہ کہ دجالی قوتوں کا وہ کاسہ لیس شخص جو مسیحیت کی دوکان جما کر دجالی قوتوں کا دست بازو بن جائے اور اسلام کے چودہ سو سال میں کمائے ہوئے مسلمانوں کو کافر کہہ کر سابق محنت کو بھی ختم کر دے۔

تاریخ ساز تاریخی کتب

بریلوی جماعت اور جہادِ آزادی

پروفیسر محمد سلیمان اظہر ایم اے۔ لائل پور

بریلوی فتنہ کا نیا روپ

علامہ فضل حق خیر آبادیؒ

تصویر کا دوسرا رُخ

ترجمان اہل سنت کراچی کے جنگِ آزادی نمبر پر چند گذارشات آپ ذی قعدہ کے الحق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہ نمبر تاریخ نہیں بلکہ تاریخ سازی کا شاہکار ہے۔ ہم اپنے ان کرم فرماؤں کو آئینہ دکھانا چاہتے ہیں اگرچہ ہمیں خدشہ ہے کہ صورتِ حال کی صحیح تصویر سامنے آنے پر یہ لوگ برا مان جائیں گے۔ لیکن ہم زہرِ ہلاہل کو قند سمجھ کر نہ خود نگلنے کے روادار ہیں اور نہ عوام کو فریب میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ نقار خانے میں طوطی کی نحیف آواز نہیں سنی جاتی لیکن کوئی سنے نہ سنے ہمیں اپنا فرض بہرحال ادا کرنا ہے۔
ہم آج کی مجلس میں علامہ فضل حق خیر آبادی کا ذکرِ خیر کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ جنگِ آزادی نمبر میں جس انداز سے آپ کی قصیدہ خوانی کی گئی ہے۔ اس کی بناء پر اگر اسے فضل حق نمبر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

حیرت ہے کہ آج بریلوی حضرات انگریز دشمنی کے نعرے لگاتے ہیں۔ لیکن جب انگریز یہاں تھا تو ان لوگوں نے کاسہ لیسی کی انتہا کر رکھی تھی۔

مرحوم آغا عبدالکریم شورش کاشمیری نے مولانا ظفر علی خان کے سوانح حیات کے صفحہ ۱۸۱ پر لکھا تھا:

"مولانا کا ایک ہدف متصوفین کا وہ قبیلہ نامراد ہے جس کے افراد ہندوستان میں برطانوی سلطنت کے سایہ ہما پایہ کو ظلِ الٰہی سمجھتے اور اپنے عقائد کی شطحیات کے باعث مسلمانوں میں ایک جان لیوا مرض کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ اس طائفہ مقدسہ کے خلاف مولانا (ظفر علی خان) نے سب سے زیادہ جہاد اس وقت کیا جب زمیندار بند کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ ستارۂ صبح نکالا۔ پھر زمیندار کے دورِ ثانی میں ان بزرگوں کی کاسہ لیسی کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے سر مائیکل و ڈائر کو جلیانوالہ باغ کے قتلِ عام پر سپاسنامہ پیش کیا۔ اور جنگ عظیم میں خلافتِ اسلامیہ کی بیخ کنی کو اپنے تعویذی کرامات کا نتیجہ کہا۔ ان کے نزدیک ترک کافر تھے، جن کی گولیاں ان کے تعویذوں کی برکت سے برطانوی سپاہ کے

ہندوستانی اجیروں پہ کوئی اثر نہ کر سکتی تھیں۔"

دیکھا آپ نے ان مجاہدین حریت کا کردار۔ ترک جانبازوں پر انگریز کے زیر کمان گولیاں ان لوگوں نے چلوائیں۔ ان کے نزدیک صرف ترک ہی کافر نہ تھے، بلکہ ہندوستان کے بھی تمام مجاہدین آزادی جنہوں نے کسی بھی طریق سے انگریز کی غلامی کا جوا اتارنے کی کوشش کی، دائرہ کفر میں شامل تھے۔

بریلی کے پریس سے ایک کتاب "تجانب اهل السنة من اهل الفتنه" شائع ہوئی، جس میں ہندوستان کے کسی قابل ذکر مسلمان کو کافر کہے بغیر نہیں چھوڑا۔ مثلاً:

"بحکم شریعت مسٹر جناح اپنے کفریہ عقاید کی بناء پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔" ص۱۲۲

اور اسی جناح کی کاوشوں سے وجود میں آئے ہوئے پاکستان میں یہ لوگ دندناتے پھر رہے ہیں۔ اور تحریک آزادی کے محرک اور روح رواں ہونے کے مدعی بنے بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں نے بے چارے قائداعظم ہی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ:

"فرقہ احرار بھی فرقہ نیچریہ کی ایک شاخ ہے۔ اس فرقہ کے بڑے بڑے مکلبین (سکتے) یہ ہیں: ایڈیٹر النجم عبدالشکور کاکوروی۔ صدر مدرسہ دیوبند حسین احمد اجودھیا باشی۔ بشیر احمد دیوبندی عطاءاللہ بخاری۔ حبیب الرحمان لدھیانوی۔ کفایت اللہ عبدالغفار سرحدی گاندھی۔ اس فرقہ کا سرغنہ مسٹر ابوالکلام آزاد ہے۔ جو امام الاحرار کہلاتا ہے۔" ص۱۶۰

اور:

"ان صلح کل لیڈروں میں اعظم گڑھ کے مولوی شبلی۔ اور الطاف حسین حالی اور زمانہ حال کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال بہت نمایاں ہیں۔ ان کی صلح کلیت اپنی حد سے گذر کر شدید نیچریت اور دہریت تک پہنچی ہوئی ہے۔" ص۲۸۹

اور جوں جوں کتاب اختتام کی جانب رواں ہے، لہجہ تلخ تر ہوتا جا رہا ہے۔ لکھا ہے:

"وہابیہ۔ دیوبندیہ۔ قادیانیہ۔ روافض۔ نیاچرہ۔ خاکساریہ۔ چکڑالویہ۔ احراریہ۔ جٹادھاریہ (خواجہ حسن نظامی کے مرید) آغاخانیہ۔ وہابیہ غیر مقلدین و وہابیہ نجدیہ۔ دلیگیہ غالیہ و صلح کلیہ غالیہ اپنے عقائد کفریہ کی بناء پر بحکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار مرتدین ہیں۔ جو مدعی اسلام ان میں سے کسی کے قطعی یقینی کفر پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے بھی ان کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی یقیناً کافر و مرتد ہے اور بے توبہ مرا تو مستحق نار ابد ہے۔" ص۵۳

ہم حیران ہیں کہ قائداعظم محمد علی جناح۔ علامہ سر محمد اقبال۔ مولانا الطاف حسین حالی وہابیوں، دیوبندیوں، خاکساروں،

احراریوں اور مسلم لیگیوں کا انگریز کے خلاف جدوجہد کے سوا اور کون سا جرم تھا جس نے مزاج یار اس قدر برہم کر رکھا ہے۔ جب جدوجہد کا وقت تھا تو حضرات بریلی کی تلوار مجاہدین آزادی کے خون سے غسل کر رہی تھی اور جب آقایانِ ولی نعمت ان کی خواہشات کے علی الرغم بوریا بستر سمیٹ کر سمندر پار چلے جانے پر مجبور ہو گئے اور ان کی عظمت کا آفتاب گہنا گیا تو آج جنگ آزادی نمبر شائع کر کے مجاہدین وشہداء حریت کی ارواح سے سنگین اور شرمناک مذاق کیا جا رہا ہے۔ خیر سے

ستم گر تم سے امید کرم ہو گی جنہیں ہو گی ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے۔

اب ہم تمہیدی گذارشات ختم کر کے اس شخصیت کیطرف آتے ہیں جو آج کی گفتگو کا عنوان ہے۔ ہم علامہ فضل حق خیر آبادی کی علمی وجاہت کو سلام کرتے ہیں۔ وہ ایک متبحر عالم دین تھے۔ انہوں نے بعض اکابر مثل حضرۃ الامام شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی سے بعض مسائل میں اختلاف بھی کیا۔ اور بڑے زور شور سے اپنا موقف امت کے سامنے رکھا لیکن جب ان پر حقیقت حال منکشف ہوئی تو ایک سچے عالم دین کی طرح اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور مخالف کی عظمت کا بھرپور انداز میں اعتراف کیا مولانا اشرف علی تھانویؒ حکایاتِ اولیا میں مولانا فضل حق کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔

"میں اور شاہ اسماعیل پر تبرّی کروں۔؟ جو کچھ اختلاف ہوا وہ بھی بہکائے سکھائے سے ہوا تھا اب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

اور مرزا حیرت دہلوی "حیاۃ طیبہ" میں شاہ اسماعیل کی خبر شہادت مولانا فضل حق کو ملنے پر ان کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ وہ خاموش بیٹھے رہے، پھر فرمایا:

"ہم اسماعیل کو مولوی نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا۔ کوئی شے نہ تھی جس کی انیت و لمیّت اس کے ذہن میں نہ ہو۔ امام رازی نے اگر کچھ حاصل کیا تو دود چراغ کھا کر اور اسماعیل نے محض اپنی قابلیت اور استعداد سے۔" (بحوالہ اکمل البیان مطبوعہ لاہور، ص۱۰۸)

اور امیر الروایات مطبوعہ محبوب المطابع دہلی کے ص۱۶ پر یہ روایت موجود ہے:

"خان صاحب نے فرمایا کہ مفتی عنایت احمد صاحب۔ مولوی فضل حق صاحب۔ نواب عبداللطیف خان شیخ مہدی بخش سہارنپوری۔ یہ سب رنگون میں ایک جگہ مقید تھے۔ آخر میں سب کی رہائی کا حکم آگیا تھا مگر آخر کے تین حضرات رہائی کا حکم آنے تک انتقال کر چکے تھے اور مفتی عنایت احمد صاحب چھوٹ کر آئے۔ مفتی صاحب نے ہندوستان آکر بیان فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب بہت نادم تھے اور روتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسماعیل صاحب کی مخالفت

کی۔ وہ بیشک حق پر تھے۔ اور میں غلطی پہ تھا مجھ پہ جو یہ مصیبت پڑی یہ میرے اپنی اعمال کی سزا ہے۔ میری مولوی اسماعیل سے دوستی تھی اور میں بھی ان کے ساتھ شہید ہوتا۔ مگر کیا کیجئے بدایوں والوں نے ابھار کر ان سے بھڑا دیا۔ اور علم کے غرۃ میں حق کو باطل کرنے پہ تل گیا۔ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں اپنے خیالات باطلہ سے توبہ کرتا ہوں۔ اور اگر میں رہا ہو گیا تو اپنی توبہ شائع کروں گا۔"

اپنی غلطی کو تسلیم کر لینے والا یہ عظیم انسان خیر آباد کے مشہور علمی گھرانے میں مولانا فضل امام خیر آبادی کے گھر ۱۲۱۲ھ بمطابق ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوا۔ ذہانت و فطانت ورثہ میں پائی۔ ۱۳ سال کی عمر میں علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ والد سرکار انگریزی کے ریذیڈنٹ دہلی کے دفتر میں صدر الصدور تھے۔ ان کی وفات کے بعد ۲۰ سال کی عمر میں آپ بھی اسی مسند پر فائز ہوئے۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ عربی نظم و نثر کے قادر الکلام ادیب و شاعر تھے۔ کم و بیش چوبیس کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں ہدیہ سعیدیہ اور شرح مسلم شہرۂ آفاق کتابیں ہیں اور برّصغیر کے درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہیں۔ خود بھی درس و تدریس میں مصروف رہے۔ طبیعت شاہانہ پائی تھی۔ ساری عمر انگریزوں، نوابوں اور راجوں کی ملازمت میں گذاری۔ جب ۱۸۵۷ء کا معرکہ کارزار بپا ہوا تو آپ ہندو راجہ الور کے ہاں ملازم اور دہلی سے باہر تھے۔ ہمارے بریلوی تاریخ سازوں کو اس بات پر اصرار ہے کہ آپ نے جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ اور وہ فتویٰ جہاد جو ۲۶ جولائی ۱۸۵۷ء کو دہلی میں جاری ہوا تھا، وہ آپ ہی کی تحریک کا نتیجہ تھا۔ یہ پروپیگنڈہ اتنی شدومد سے کیا گیا ہے کہ مولانا غلام رسول مہر مرحوم جیسے بالغ نظر مؤرخ بھی اس کے دھارے میں بہہ گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہوتے وقت مولانا الور میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں بیٹھے ہوئے نشر و اشاعت کرتے رہے۔ اور اگست ۱۸۵۷ء میں دہلی پہنچے۔ (بحوالہ الثورۃ الہندیہ صفحہ ۱۵۲) مجھے اس نشر و اشاعت کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ دہلی پہنچنے کے بعد جس حد تک میں معلوم کر سکا ہوں وہ دربار میں آتے جاتے ضرور تھے۔ بادشاہ سے مل کر باتیں بھی کرتے تھے۔ بعض اوقات فرامین بھی لکھتے تھے، لیکن ان سے کوئی خاص کام نہ لیا گیا۔" (اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۰۴)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"مولانا کے دہلی پہنچنے سے پیشتر بھی بعض مسلمانوں نے علم جہاد بلند کیا تھا۔ مولانا پہنچے تو مسلمانوں کو جنگ پہ آمادہ کرنے کی غرض سے باقاعدہ ایک فتویٰ مرتب ہوا جس پہ علماء دہلی کے دستخط لئے گئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ فتویٰ مولانا فضل حق ہی کے مشورے سے تیار ہوا تھا۔ اور انہوں نے ہی علماء کے نام تجویز کئے تھے جن سے دستخط لئے گئے۔ غالباً یہی فتویٰ تھا جو انجام کار مولانا کے خلاف مقدمے کا باعث بنا ورنہ

انہوں نے نہ کسی جنگ میں حصہ لیا۔ نہ ان کے پاس کوئی عہدہ تھا نہ کسی کے قتل میں شرکت کی تھی۔ اور نہ ان کے خلاف کوئی اور سنگین الزام تھا۔" صٓ۲۰۶

اور دورانِ سماعت الثورۃ الھندیہ صٓ۱۶۸ کی اس عبارت :

"چند الزام اپنے اوپر خود ہی قائم کئے پھر خود ہی مثل عنکبوت عقل وقانونی ادلّہ سے توڑ دئے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا۔ اور ان سے ہمدردی بھی تھی۔ جج نے صدر الصدوری کے عہد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام سیکھا تھا۔ دوسرے دن مولانا نے مخبری کی تصدیق کر دی اور کہا کہ واقعی یہ فتویٰ میں نے دیا تھا۔ گواہ نے پہلے سچ کہا تھا۔ اب میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ اور اس نے جھوٹ بولا۔ فتویٰ میرا لکھا ہوا ہے اور آج بھی میری یہی رائے ہے۔"

پر تبصرہ کرتے ہوئے مہر مرحوم اپنی کتاب کے صٓ۲۰۷ پر لکھتے ہیں :

"یہ بیان میرے نزدیک محل نظر ہے۔ اصل معاملہ بے حد نازک تھا۔ اور اس کے ساتھ مولانا کی زندگی وابستہ تھی۔ یہ بات ذہن میں نہیں آسکتی کہ انہوں نے اسے اپنے علمی کمالات یا زورِ استدلال کی نمائش کا ذریعہ بنالیا ہو۔ اس طرح کہ کبھی اپنے اوپر الزام لگائے اور کبھی ردّ کر دئے۔ پھر خود ہی ہر الزام کا اقرار کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ معقولات میں مولانا کی یگانگی کے پیشِ نظر لوگوں نے بطور خود داستان بافیاں کرلیں۔ عجیب بات ہے کہ جس جج کو مولانا کا شاگرد ظاہر کیا گیا ہے اور ہمدرد بتایا گیا ہے۔ اس کے متعلق خود مولانا اپنی کتاب میں فرماتے ہیں : "میرا معاملہ ایسے ظالم حاکم کے سپرد کر دیا۔ جو مظلوم پر رحم کرنا ہی نہ جانتا تھا...... اس ظالم نے میری خلا وطنی اور عمر قید کا فیصلہ کر دیا۔" (بحوالہ الثورۃ الھندیہ صٓ۴۱)

مرحوم مہر صاحب کی نگارشات آپ نے ملاحظہ کرلیں۔ ان کے نزدیک جنگِ آزادی میں مولانا کا حصہ فتویٰ جہاد کے سوا کوئی نہیں ہے۔ لیکن یہاں وہ بھی بھول گئے ہیں۔ کیونکہ وہ خود فرما چکے ہیں کہ آپ درود دہلی اگست کی بات ہے۔ اور یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ فتویٰ جہاد کا اجراء ۲۶ جولائی ۱۸۵۷ء جمعہ کے روز ہوا۔ جب کہ مولانا دہلی سے باہر الور میں تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس فتویٰ پر مولانا کے دستخط بھی موجود نہیں ہیں۔ پھر بھی جناب عبدالحکیم شرف القادری صاحب باغی ہندوستان کے حرفِ آغاز میں صٓ۲۳ پر کس قدر ڈھٹائی کے ساتھ اس حقیقت کو نظروں سے اوجھل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں :

"اس دور کے تاریخی روزنامچوں سے ۱۶ اگست ۱۸۵۷ء کو علامہ (فضل حق) کی بہادر شاہ کے دربار میں موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے یہ یقین کیسے پیدا ہو گیا کہ علامہ سے پہلے دہلی میں نہ تھے۔ پھر اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے مخالفین کو یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ دہلی سے صرف ایک ہی

فتویٰ جاری ہوا تھا جس کی نقل صادق الاخبار میں چھپی تھی:

دیکھ لیجئے کیا اسی کو چوری اور سینہ زوری نہیں کہتے۔ دعویٰ آپ کا ہے کہ مولانا فضل حق نے فتویٰ جاری کیا یا کرایا۔ اور ثبوت ہم سے مانگا جارہا ہے۔ ہم گھر بیٹھ کر تاریخ نہیں بناتے کہ کسی کو خواہ مخواہ ہیرو بنانے کیلئے ایک عدد فتویٰ بھی گھڑ لیں۔ یہ کام آپ کو مبارک۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ابھی تک منظر عام پر آسکا ہے۔ اس کے مطابق فتویٰ ایک ہی جاری ہوا تھا جس پر آپ کے خود ساختہ مجاہد کبیر کے دستخط نہیں ہیں۔ اگر آپ کو اپنے دعویٰ پر اصرار ہے۔ تو آپ کوئی دوسرا فتویٰ پیدا کیجئے خواہ جعلی ہی سہی۔ ہم اس جھنجھال میں کیوں پڑیں۔ نیز جس روزنامچوں میں مولانا کی ۱۶ اگست کو بہادر شاہ ظفر کے دربار میں موجودگی کا ذکر ملتا ہے۔ وہیں یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ اس سے قبل دہلی سے باہر تھے۔ اور ۱۶ اگست کو دربار میں پیش ہونے کے ساتھ ہی بادشاہ سے حصولِ منصب کی درخواست کردی اور یہ درخواست اتنی شد و مد اور بے صبری سے کی گئی کہ خود بادشاہ کو یہ کہنا پڑا کہ مولانا ذرا صبر کیجئے۔ تفصیل کیلئے وہی روزنامچہ ملاحظہ کر لیجئے جس میں ۱۶ اگست کو دربار میں آپ کی حاضری کا ذکر ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جنگ آزادی مئی ۱۸۵۷ء کے پہلے عشرے میں شروع ہوئی اور ستمبر کے نصف تک ختم ہو چکی ہے۔ ۱۶ اگست تک جنگ کو شروع ہوئے ۳ ماہ ہو چکے تھے اور باقی ایک ماہ کی کارگذاریاں باقی ہیں۔ اگر آپ انہیں مجاہد کبیر ثابت کرنا ہی چاہتے ہیں تو گذشتہ ۳ ماہ کے دوران آپ کی جنگی کارروائیوں کی مفصل روئداد بھی پیش کرنا ضروری ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہابی جنرل بخت خان ہندوستانی افواج کا سپہ سالار اور دہلی کا گورنر تھا۔ وہ اس جنگ کا ہیرو ہے۔ فتویٰ جہاد اسی نے جاری کرایا۔ جنگ اسی کی قیادت میں لڑی گئی۔ اگر مرزا مغل اور دیگر شہزادوں کی ناتجربہ کاری آڑے نہ آتی یا بہادر شاہ ظفر سقوطِ دہلی کے مراحل میں اس کے ساتھ دہلی سے نکل جانے پر رضامند ہو جاتا تو حالات یقیناً مختلف ہوتے۔ اس کی جدوجہد آزادی اور یومیہ کارروائیوں کا ریکارڈ موجود ہے۔ اس لئے کہ وہ حقیقتاً مجاہد کبیر تھا۔ آپکے خودساختہ مجاہد کبیر کے دامن میں ایک فتویٰ کے سوا اور کیا ہے۔ اور فتویٰ بھی وہ جس کا تختۂ ارض پر کوئی وجود نہیں ہے۔ جو فتویٰ جہاد موجود ہے، اس پر نہ علامہ کے دستخط ہیں نہ آپ کے بدایونی خانوادے کے کسی فرد کے دستخط ہیں۔ اور نہ آپ کے بریلوی خاندان کے کسی اہل علم کے دستخط ہیں۔ اس کے باوجود اصرار ہے کہ جنگ کا سروسامان ہم نے مہیا کیا۔ جہاد کی روح ہم نے پھونکی۔ انقلابی اور فوجی اقدامات ہم نے کئے۔ ایسی بے بنیاد باتیں اپنے حواریوں کے حلقے میں تو چل جاتی ہیں لیکن جرح و تعدیل کا ایک ہلکا سا وار بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔ پہلے ۱۸۵۷ء میں بریلویوں کا وجود تو ثابت کیجئے۔

مولانا فضل حق خیرآبادی کا ہم بدل و جان احترام کرتے ہیں۔ لیکن وہ درس و تدریس کے اور سرکاری درباری انسان تھے۔ ان کے نابغہ عصر ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن مجاہد حریت کا کانٹوں بھرا تاج ان کے سر پہ پورا نہیں آتا

ر اگر آپ جبراً پہنانے کی کوشش کریں تو ان کا سر درد کرنے لگتا ہے ۔ وہ خود فرماتے ہیں :

" مکر و تلبیس سے نصاریٰ نے جب مجھے قید کر لیا تو ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے اور ایک سخت زمین سے دوسری سخت زمین میں منتقل کرنا شروع کیا ۔ مصیبت پر مصیبت اور غم پر غم پہنچایا ۔ میرا جوتا اور لباس تک اتار کر موٹے اور سخت کپڑے پہنا دئے ۔ نرم و بہتر بستر چھین کر خراب ، سخت اور تکلیف دہ بچھونا حوالہ کر دیا ۔ گویا اس پر کانٹے بچھا دئے تھے ۔ یا دہکتی ہوئی چنگاریاں ڈال دی گئی تھیں ۔ میرے پاس لوٹا ، پیالہ اور کوئی برتن تک نہ چھوڑا ۔ بخل سے ماش کی دال کھلائی اور گرم پانی پلایا ۔"
(باغی ہندوستان صـ ۲۹۱)

اور کالا پانی کے متعلق لکھتے ہیں :

" اسکی نسیم صبح گرم و تیز ہوا سے زیادہ سخت اور اسکی نعمت زہر ہلاہل سے زیادہ مضر تھی ۔ اسکی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی ۔ اس کا پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں ۔ اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا ۔ اسکی زمین آبلہ دار ۔ اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں اور اسکی ہوا ذلت و خواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی ۔ ہر کوٹھری پر چھپر تھا جس میں رنج و مرض بھرا ہوا تھا ۔ میری آنکھوں کی طرح اس کی چھتیں ٹپکتی رہتی تھیں ۔ (باغی ہندوستان صـ ۲۹۲)

اور :

" یہ ناقابلِ برداشت حالات تھے ہی کہ میں متعدد امراض میں مبتلا ہو گیا جسکی وجہ سے میرا صبر مغلوب میرا سینہ تنگ ، میرا چاند دھندلا اور میری عزت ذلت سے بدل گئی ۔ میں نہیں جانتا کہ اس دشوار و سخت رنج و غم سے کیوں کر چھٹکارا ہو سکے گا ۔" (ص ۲۹۳)

حضرات دیکھا آپ نے بریلویوں کا خود ساختہ مجاہد کبیر جہادِ آزادی کی راہ میں پیش آمدہ مصائب سے کسطرح بلبلا رہا ہے ۔ درست بات یہی ہے کہ آپ مسندِ درس کے انسان تھے اور ان کے فضل و کمال کیلئے یہی کافی تھا ۔ لیکن حضرات بریلی نے محض اس وجہ سے کہ آپ نے اپنی زندگی کے ایک دور میں حضرۃ الامام شاہ محمد اسماعیل شہید کے افکار و نظریات کے خلاف آواز اٹھائی تھی (جس کی تفصیل ہم اپنی کتاب حیات و افکار شاہ اسماعیل میں دے رہے ہیں ۔) دنیا جہان کی سعادتیں ان کے دامن میں بھر دینے کی کوشش کی ہے ۔ حالانکہ وہ خود تنگی داماں کی شکایت کر رہے ہیں ۔ اس کے برعکس ہم آپ کو اختصار کے ساتھ ایک حقیقی مجاہد حریت سے روشناس کراتے ہیں اور وہ ہیں اس دور کے احمد بن حنبل یعنی مولانا یحییٰ علی صادق پوری جو دولت و ثروت کے لحاظ سے علامہ فضل حق سے کہیں بڑھ کر ہیں ۔ پٹنہ شہر (دار الحکومت بہار) میں ان کے مسمار شدہ مکانات پر پٹنہ میونسپلٹی کی عمارت اور ایک پورا

بازار بنا ہوا ہے۔ اور دیہی جائداد کا کوئی حساب نہیں۔ بہت بڑے صاحب علم اور صاحب کشف و کرامات ہیں۔ لیکن سید احمد شہید کی تحریک کے امیر ہونے کے باعث انگریز نے سنت یوسفی پر عمل پیرا ہونے کیلئے مجبور کر دیا ہے۔ پھانسی کی سزا کا حکم ہوا تو اس قدر مسرت ہوئی کہ خود انگریز کمشنر اور جج انگشت بدندان رہ گئے۔ پوچھا تو بتایا کہ ہم اللہ کے راستے میں پھانسی کو شہادت تصور کرتے ہیں اور شہادت سے بڑا اعزاز کسی مسلمان کیلئے کوئی نہیں ہو سکتا۔ انگریز نے کہا کہ ہمارا مقصد تمہیں خوش کرنا نہیں، تکلیف دینا ہے۔ اگر پھانسی تمہیں مرغوب ہے تو ہم اسے بدل کر عمر قید بعبور دریائے شور مع ضبطی جائیداد و انہدام قبور و مکانات کی سزا دیتے ہیں۔ اور پھر آزادی کے اس متوالے کو کالا پانی پہنچایا گیا جہاں رہٹ چلانے پر لگا دیا گیا۔ خون کے پیشاب آنے لگے۔ گھر سے خط آیا کہ عین عید کے روز ان ہی لوگوں نے بچوں اور عورتوں کو گھروں سے نکال کر مکانات مسمار کر دیئے۔ پھر کیا ہوا۔؟ —— مولانا محمد میاں مرحوم لکھتے ہیں:

"کس کا کلیجہ ہے کہ ایسی ہوش ربا اور لرزہ خیز خبریں سنتا رہے۔ اور متاع عقل و ہوش برباد نہ کر دے۔ مگر اللہ کا فضل و کرم جس کو چاہتا ہے۔ بے پناہ ضبط و تحمل عطا فرما دیتا ہے۔ جہاد و حریت کے شیدائی اور خون شہادت کے یہ آرزو مند جس وقت گھروں سے نکلے تھے۔ تو یہ مستقبل سامنے تھا۔ وہ سب کچھ قربان کر دینے کا تہیہ کر کے ہی نکلے تھے صرف ایک تمنا تھی کہ محبوب حقیقی کی نظر میں شرف قبولیت حاصل کریں۔ وہ دنیا میں نہ کسی معاوضے کے آرزو مند تھے نہ کسی شکریئے کے امیدوار تھے۔ بس کوئی سا اشارہ جس سے رضائے مولیٰ کا پتہ چلے۔ زخم دل کا مرہم اور تمام بے چینیوں اور پریشانیوں کیلئے تریاق مسرت تھا۔ چنانچہ ان تمام حوادث کے سننے کے بعد ایک خط کے چند فقرے بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ یہ خط اسی شہید وفا (یحییٰ علی) نے اپنی اہلیہ کو لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یحییٰ علی کی طرف سے بخدمت ام حبیبہ ام محمد یوسف سلمہا اللہ تعالیٰ

ضروری لکھنا یہ ہے کہ خط سے نور چشم محمد حسن مدظلہ کے حال انہدام دونوں مکانوں کا معلوم ہوا۔ البتہ دل کو قلق ہوا اور صدمہ بہت گذرا کیونکہ مکان سکونت قدیم سے خصوصاً وہ مکان جس میں ذکر اللہ بہت ہوا ہو۔ اور کار و بار فریضہ (جہاد) بہت اجراء پائے ہوں۔ مومنین کو انس و محبت بطور اہل و عیال کے ہوتی ہے۔

اسی روز شب کو روح انور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تبسم کناں فرمانے لگے کہ "البتہ انہدام سے مکانوں کے مالکان کو خصوصاً نسواں کو رنج و الم بہت ہوا ہے اور ہونے کی

جگہ ہے۔ اور ان آیاتِ کریمہ کو زبان مبارک سے ارشاد فرمایا: وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون۔ ربنا افرغ علینا صبراً وتوفنا من المسلمین۔ عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیراً منہ انا الیٰ ربنا منقلبون۔ اور فرمایا ان آیات کریمہ کو ورد زبان رکھو۔ عبادت خانے اور مسجد اقصیٰ اور مکانات انبیاء بخت نصر اور جالوت کے ہاتھوں انہدام پائے تھے۔ آخر منہدم کرنے والے نسیاً منسیاً ہو گئے اور یہ متبرک از سرِ نو بنا ہوئے۔ تم بھی اپنے رب سے ایسی ہی امید رکھو ..... اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرو کہ تم ایسے امتحان کے لائق ٹھہرے" بعد اس مکاشفہ کے میں نے بہت انشراح و تسکین پایا اور اپنے بڑے بھائی (مولانا احمد اللہ) کو آگاہ کیا۔

اے فدائے من فدائت جانِ من جملہ فرزندان و خان و مان من

اقتباس از مکتوب مورخہ ۲۱ جمادی الاول روز یکشنبہ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد ۳ ص ۱۷۶ تا ۱۸۱ مطبوعہ دہلی۔)

اس وفا کے پتلے یحییٰ علی کا نام آپ نے کبھی سنا؟ پریس بریلویوں کے ہاتھ میں ہے۔ اخبارات میں دیکھو تو خود ساختہ مجاہد کبیر نظر آتے ہیں۔ رسائل ان کے ذکر سے بھرے ملتے ہیں۔ ریڈیو سے بھی یہی سنا جاتا ہے —— (ریڈیو پاکستان لاہور نشری تقریر از غلام مرتضیٰ مورخہ ۷۵-۱۲-۶ بوقت ۱۵-۵ شام) لیکن جن کی ہڈیوں کی خاک سے ہماری آزادی کا قصر رفیع تعمیر ہوا ہے۔ داستان میں ان کا نام تک گوارا نہیں کیا جاتا۔ اور ان کے نام لیواؤں کو انگریز سرکار کا پشتینی وفادار ہونے کے طعنے دئے جاتے ہیں۔

ہم بڑے ادب کے ساتھ بریلوی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ اگر سید احمد شہید اور حضرۃ الامام شاہ محمد اسماعیل کی تحریک انگریز کی حمایت میں خود ان کے ایماء پر شروع کی گئی تھی اور امتِ مسلمہ کے یہ اکابر انگریز کے ایجنٹ تھے تو پھر ان سزاؤں کے کیا معنی؟ کیا دوستوں اور وفاداروں کو انعامات اور جاگیریں عطا کی جاتی ہیں یا قید و بند اور ضبطیٔ جائیداد کے تمغوں سے نوازا جاتا ہے۔ ہم ذیل میں ان مجاہدینِ حریت کی ایک مختصر فہرست درج کرتے ہیں جو اس تحریک سے منسلک تھے اور انگریز کے پنجۂ استبداد میں جکڑے گئے ساتھ ہی ان سزاؤں کی نشاندہی بھی کئے دیتے ہیں جو مختلف اوقات میں ان پر لاگو کی گئی۔

مولانا یحییٰ علی صادقپوری — حبس دوام بعبور دریائے شور۔ ضبطی جائیداد۔ انہدام مکانات۔ خاندانی قبرستان سے بزرگوں کی ہڈیاں بھی اکھاڑ باہر نکالی گئیں۔ (پہلے آپ کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی)

مولانا محمد جعفر تھانیسری — حبس دوام بعبور دریائے شور۔ و ضبطی جائیداد

مولانا عبدالرحیم صادقپوری	حبس دوام بعبور دریائے شور و ضبطی جائیداد۔
قاضی میاں جان	" " "
میاں عبدالغفار	" " "
منشی عبدالکریم	" " "
عبدالغفور	" " "
الٰہی بخش	" " "
حسین عظیم آبادی	" " "
حسین تھانیسری	" " "
محمد شفیع انبالوی	سزائے موت بعد از قید بدل دی گئی (لاش گورستان جیل میں دفن کی جائے) ضبطی جائیداد جو ۱۸۶۵ء کے ایام میں کم ازکم پچاس لاکھ روپیہ پر مشتمل تھی۔
مولانا احمد اللہ صادقپوری	حبس دوام بعبور دریائے شور۔ ضبطی جائیداد۔ انہدام مکانات
مولانا مبارک علی	" " " "
مولانا تبارک علی	" " " "
مولوی امیر دین	" " " "
ابراہیم منڈل	" " " "
امیر خان	سزائے قید اور ضبطیٔ جائیداد (جو اس زمانہ میں کم ازکم ایک کروڑ روپیہ مالیت رکھتی تھی)
سید نذیر حسین دہلوی	راولپنڈی جیل میں ایک سال قید۔ دوران قید روزانہ پھانسی کی دھمکی اور تشدد۔ اس کے بعد گھر میں نظر بندی۔ پیشگی اجازت کے بغیر کہیں جانا ممنوع تھا۔
مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی	۱۹۱۹ء سے مفرور قرار دئے گئے۔ ہند میں ان کا داخلہ قیام پاکستان تک ممنوع رہا۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۸ء تک قید اور رہائی ترکوں کی طرف سے انگریز کے ساتھ شرائط صلح میں ایک شق کے باعث ہوئی کہ تمام سیاسی قیدی رہا کر دئے جائیں۔ ورنہ انگریز آپ کو پھانسی دینے پر تلا ہوا تھا۔
محمد اسحاق دہلوی	پہلی جنگ عظیم کے دوران کا ایک مجاہد قیدی جس کی ہتھیلیوں میں کیل ٹھونکے گئے۔
حاجی دین محمد	حبس دوام بعبور دریائے شور مع ضبطی جائیداد۔
امین الدین	

باقی ص ۵۳ پر

اسلامی تہذیب و ثقافت کا بین الاقوامی مرکز

دارالعلوم دیوبند

سنہ ۱۳۹۵ھ میں

(ایک تازہ رپورٹ)

تعداد اساتذہ و کارکنان و طلباء

تعداد اساتذہ ۶۰ ——— تعداد کارکنان ۱۷۷ ——— تعداد طلباء ۱۶۱۲

تعداد اساتذہ شعبہ وار

درجہ عربی ۲۷ درجہ فارسی ۴ درجہ قرارت ۵ درجہ قرآن شریف/اردو/دینیات ۰
علوم عصریہ ۲ جامعہ طبیہ ۶ درجہ خوشخطی ۳ دارالصنائع ۳

تعداد طلباء

یوپی	۷۲۶	جنوبی افریقہ	۶
بہار اڑیسہ	۳۰۶	ملیشیا	۶۹
آسام	۸۹	انڈونیشیا	۱
مغربی بنگال	۷۴	نیپال	۴
مہاراشٹر، گجرات، کیرالہ، مدراس میسور، آندھرا	۱۴۷	بنگلہ دیش	۲۰
		جامعہ طبیہ	۱۰۰
		خوشخطی	۱۰
مدھیہ پردیش	۴	دارالصنائع	۳
راجستھان	۱۷	مشق فتویٰ نویسی	۱۰
دہلی، ہریانہ	۱۱		
کشمیر	۱۵		

تعداد کارکنان دفاتر

اہتمام	۱۱	معارف القرآن	۱
تعلیمات	۹	صفائی	۱۰
دارالافتاء	۹	پریس	۱
کتب خانہ ترتیب فتاویٰ	۹	اوقاف	۳
محاسبی	۹	محافظ خانہ	۱
تنظیم و ترقی	۳۱	رسالہ	۳
مطبخ	۲۵	تعمیرات	۷
جامعہ طبیہ	۶	دارالاقامہ	۱۴
دارالصنائع	۵	دارالمطالعہ	۱
برقیات و نشریات	۱۴	امور خارجہ	۱
تبلیغ و تنظیم ابنائے قدیم	۶	ورزش	۱

غیر مطبوعہ خطوط
تبرکات و نوادر

الامام الراشد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

مکتوباتِ رشد و ہدایت

جہادِ آزادی میں کانگریس سے تعاون کا مسئلہ

بنام
مولانا محمد نذیر
فاضل دیوبند
سمبڑیال
ضلع سیالکوٹ

جن حضرات کے پاس حضرت مدنی مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط ہوں، انہیں الحق میں اشاعت اور زیر ترتیب مجموعہ تبرکات شیخ الاسلامؒ میں شامل کرنے کے لئے ارسال فرمادیں مکتوبات گرامی فراغت کے بعد بحفاظت واپس کردئے جائیں گے۔ ـــــ س ـــــ

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک۔ والانامہ باعثِ سرفرازی ہوا دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ آپ پر بھی اور ان حضرات پر بھی جو کہ مولانا تھانوی دامت برکاتہم کے خواص میں سے ہیں۔

۱۔ استعانت اور اشتراک عمل کیا دونوں مرادف اور متحد الحکم ہیں۔ اگر ہیں تو کیا دلیل ہے۔

۲۔ شرکت کانگریس آیا استعانت ہے یا اشتراک عمل۔ مابہ الامتیاز دونوں میں کچھ ہے یا نہیں۔

۳۔ اگر شرکت کانگریس استعانت بالمشرک ہے تو میونسپل بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ، کونسلوں، اسمبلیوں اور دیگر انجمنہائے تجارت، تعلیم، صنعت وغیرہ کا ممبر ہونا کیوں حرام قرار نہیں دیا جاتا۔

۴۔ استعانت بالمشرک اگر حرام ہے تو اعانت مشرک بالاولیٰ حرام ہوگی پھر آج علانیہ طور پر فوجی نوکری (انگریزوں کی) پولیس نوکری، کچہریوں میں نوکری، وکالت و بیرسٹری وغیرہ کیوں نہیں حرام قرار دی جاتیں۔ سی آئی ڈی

مکتوب گرامی حسب ذیل خط کے جواب میں لکھا گیا تھا۔

بخدمت اقدس سیدی و مولائی حضرت شیخنا الکرم واستاذنا المحترم دامت برکاتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے بعد عارض ہوں کہ میں گذشتہ سال دارالعلوم سے گھر آیا اور ابھی تک کسی خاص جگہ پر

کی ملازمت بلکہ مشرکین کی ہر قسم کی ملازمت حرام ہونی چاہیئے۔ معاوضہ یا بلا معاوضہ اعانت کرنا دونوں ہی تو قابلِ گرفت ہیں۔ دیکھیئے فتاوی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم و مولانا عبدالحیٔ صاحب مرحوم و مولانا تھانوی صاحب۔

۵۔ استعانت بالمشرک کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت آپ نے بلا تفحص سند نقل کردی جو کہ ابتدائے اسلام اور بدر یا احد کا واقعہ ہے۔ مگر بخاری مسلم وغیرہ کی وہ روایتیں جو کہ غزوۂ حنین میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ اور طلقاء مکہ وغیرہ کی شرکت اور اعانت قتال و جہاد بالنفس و بالسلاح کی مذکور ہیں ان سے قطع نظر کرلی حالانکہ وہ متاخر ہیں اور سنداً نہایت قوی ——— اس جگہ پر آپ اس کو بھی فراموش نہ فرمائیں کہ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی شکست پر جبکہ طلقاء مکہ نے اظہارِ سرور کیا تو صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: لان یربنی رجل من قریش احب الی من ان یربنی رجل من ھوازن۔ اور اس کو بھی فراموش نہ فرمائیں کہ جعرانہ کے متعلق فرماتے ہیں، اعطانی رسول اللّٰہ وھو ابغض الناس الیّ فما زال یعطینی حتی صار احب الناس الیّ۔ اور یہ بھی فراموش نہ فرمائیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ستر زرہیں طلب کیں تو صفوان بن امیہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا اغصباً یا محمد ام عاریۃ۔ تو آپ نے فرمایا: بل عاریۃ مؤداۃ۔

متفکر ہیں ہوا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی جگہ نصیب فرمادیں کہ جہاں میرے لئے فلاح دارین معتبر ہو اور میں اچھی طرح سے خدمتِ دین و قوم کرسکوں۔ نیز اس عرصہ میں مختلف لوگوں سے تبادلۂ خیالات ہوتا رہا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اکثر لوگ حق کے واضح ہوجانے کے بعد اس کو تسلیم کرلیتے ہیں۔ لاہور میں ایک عالم ربانی سے شرکت کانگریس کے بارہ میں تقریباً دو گھنٹہ مباحثہ ہوتا رہا اور وہ صاحب حضرت تھانوی مدظلہٗ کے خواص میں سے ہیں آخر انہوں نے دو حوالے عدم جواز کے پیش کئے جن کا جواب میں نے اجتہاداً ہی دیا مگر وہ جواب اتمام حجت کیلئے کافی نہیں تھا اس لئے آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض گذار ہوں کہ ان کا مکمل جواب عنایت فرمائیے کہ جس سے مجھے بھی تسلی ہوجاوے اور دوسروں کو بھی اطمینان دلاسکوں۔ اگرچہ یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کو ان دنوں بہت کم فرصت ہوگی مگر ازالۂ شبہات کیلئے اور کوئی جگہ نہیں نظر آتی۔ اس لئے امید ہے کہ انشاء اللہ احقر کی عرض درجۂ اجابت کو پہنچ کر میرے لئے صد فخر ہوگی۔ حوالے یہ ہیں۔ حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہیں۔ ما انا ان نستعین بالمشرکین علی المشرکین اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام رواہ ابوداؤد احمد وغیرہ۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ ایک مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعانت کرنے کیلئے حاضر ہوا تھا۔

۲۔ کتاب المیزان میں استعانت بالمشرک علی المشرک میں ائمہ کا اختلاف نقل کیا ہے۔ جس میں امام مالک و احمد علیہما الرحمۃ مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں اور امام شافعی علیہ الرحمۃ چند شرائط سے مشروط کرکے جائز فرماتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رح اگر غلبہ مسلمانوں کا ہے تو جائز کہتے ہیں اور اگر بالعکس ہے تو مکروہ اور کرہ مطلقاً بولا جاوے تو مراد تحریمی ہوتا ہے۔ اور کانگریس

۶۔ آپ کتاب المیزان سے نقل فرماتے ہیں۔ وہ مذہب حنفی کی کتاب نہیں۔ آپ شرح سیر کبیر کی جلد ثالث ص۲۴۲ باب قتال اہل الاسلام اہل الشرک مع اہل الشرک۔ مطبوعہ حیدر آباد کو ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں ہے

ولو قال اہل الحرب لاسراء فیہم قاتلوا معنا عدونا من المشرکین وہم المشرکون وہم لا یخافونہم علی انفسہم ان لم یفعلوا فلیس ینبغی ان یقاتلوہم معہم لان فی ہذا القتال اظہار الشرک والمقاتل یخاطر لنفسہ فلا رخصۃ فی ذالک الاعلی قصد اعزاز الدین اوالدفع عن نفسہ فاذا کانوا یخافون اولئک المشرکین الآخرین علی انفسہم فلاباس ان یقاتلوہم لانہم یدفعون الآن شر القتل عن انفسہم ولا یامنون الآخرین ان وقعوا فی ایدیہم فحل لہم ان یقاتلوا دفعاً عن انفسہم وان قالوا لہم قاتلوا معنا عدونا من المشرکین والا قتلناکم فلاباس بان یقاتلوا دفعاً لہم لانہم یدفعون الآن شر القتل عن انفسہم وقتل اولئک المشرکین لہم حلال فلاباس بالاقدام علی ما ہو حلال عند تحقق الضرورۃ بسبب الاکراہ وربما یجب ذالک کما فی تناول المیتۃ وشرب الخمر وان کانوا فی ضر و بلاء یخافون علی انفسہم الہلاک فلاباس بان یقاتلوا معہم المشرکین اذا قالوا نخرجکم من ذالک لان لہم فی ہذا القتال غرضاً صحیحاً وہو دفع البلاء والضر الذی نزل بہم۔

میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ امور مذکورہ بالا میں غور فرمائیں گے تو حقیقت منکشف ہوجائیگی۔
دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ
۱۸ / جمادی الاول ۱۳۵۹ھ

یں یقیناً ثانی صورت ہے اور کیا اس کے عدم جواز پر کبھی اجماع ہوا ہے۔ نیز قرون اولیٰ میں کوئی اس قسم کی شرکت یا معاہدہ یا اور کوئی واقعہ ہو تو وہ بھی تحریر فرمادینا تاکہ اتمام حجت ہوجائے۔ اور بندہ کی فلاح و بہبودی کیلئے دعا فرمانا۔ والسلام۔

میں ہوں آپ کا ایک نالائق تلمیذ
محمد نذیر عفی عنہ گورداسپوری۔ از دین پور کلاں
تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور

سیدنا الامام الکبیر حضرۃ مولانا

محمد قاسم النانوتویؒ

مولانا اسرار الرحمان ایم۔اے۔ طورو

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سوانح میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:

"بعد انتقال مولانا والدؒ مرحوم کے احقر اپنے مکان ملوکہ میں جو چیلوں کے کوچہ میں تھا جا رہا۔ مولوی صاحب بھی میرے پاس آ رہے۔ کوٹھے پر ایک جھلنگا پڑا ہوا تھا۔ اس پر پڑے رہتے تھے۔ روٹی کبھی پکوا لیتے تھے اور کئی کئی وقت اسی کو کھا لیتے تھے۔ میرے پاس آدمی روٹی پکانے والا نوکر تھا۔ اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب مولوی صاحب کھانا کھاویں سالن دے دیا کرو۔ مگر بدقت کبھی اس کے اصرار پر لے لیتے تھے ورنہ وہی روکھا سوکھا ٹکڑا چبا کر پڑ رہتے تھے۔" ——— اس واقعہ کو پڑھ کر حسب ذیل اشعار لکھے ہیں جو حضرت مولاناؒ کے عقیدتمندوں کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر رہا ہوں۔ (بندہ اسرار الرحمٰن۔ طورو)

دلّی ہے اور کوچۂ چیلاں ہے دوستو
اور حضرت یعقوبؒ کا بیاں ہے دوستو
ملوک ہائےؒ صاحب مکاں ہے دوستو
مرحوم کا مغفور کا فیضاں ہے دوستو

ملّو انہی کے فیض سے ہندوستان ہے
تہذیب دین و دنو کا وہی آن بان ہے

کوٹھے پہ کوئی ایک جھلنگا پڑا ہوا!
معلوم نہیں کب تھا کسی نے رکھا ہوا
نے بان نہ بستر تھا نہ بالین نہ بوریا
گرد و غبار اس پہ زمانے کا تھا پڑا

شاہِ علومِ دین ہے اس پر براجمان
وہ قاسم العلوم وہ خورشیدِ آسمان

خورشید ہیں کہ علم کے ہیں آسمان آپ
علم و عمل کے نور کے بحرِ روان آپ
کفر و ضلال کے لئے تیغ و سنان آپ
دین رسولِ پاکؐ کے ہیں پاسبان آپ

نانوتویؒ فقیر امام الکبیر تھے۔
دنیائے علم و عشق و عمل کے امیر تھے۔

پڑ رہتے چبا کر کبھی روکھا کبھی سوکھا
کھاتے تھے کئی وقت پکایا ہوا ٹکڑا
سر میں تھا سمایا ہوا شاید کوئی سودا
اور اس لئے مغلوب نہ تھے نفس و ہوا کا

سودا تھا کہ بس علمِ نبیؐ عام کروں میں
مشکل ہے مگر خدمتِ اسلام کروں میں

ٮ والد مرحوم سے مراد مولانا مملوک العلی صاحب ہیں جو حضرت مولانا قاسمؒ - مولانا رشید احمد گنگوہیؒ - سر سید احمد خان - ڈاکٹر ضیاء الدین ایل ایل ڈی وغیرہم کے استاد تھے۔

ٮ۱ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

ٮ۲ مولانا مملوک العلی صاحب استاد العلماء ہند

ٮ۳ مولوی بشیر الدین صاحب اپنی کتاب دار الحکومت دہلی ج ۲ ص ۴۸۲ میں مولانا مملوک العلی صاحبؒ کے متعلق رقمطراز ہیں " تمام ہندوستان آپ کے فیض سے مملو ہے۔"

ٮ۴ مولانا محمد قاسمؒ

ٮ۵ حضرت کا تاریخی نام خورشید حسین تھا۔

معنئ ذبحِ عظیم

جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری

حضرت ابوالاثر کا یہ منظوم کلام ہمیں تاخیر سے موصول ہوا۔ اور ہم اسے عیدالاضحیٰ کے پرچہ میں شامل نہ کرسکے غالباً یہ شاعر کا تازہ غیر مطبوعہ کلام ہے۔ اس لئے الحق میں تاخیر کے باوجود بھی شائع کیا جارہا ہے۔ غالباً جناب حفیظ صاحب کو قربانی کے اصل مقصد اور روح کو نظر انداز کردینے پر ملت اسلامیہ سے گلہ ہے۔ ورنہ قربانی کرنا بذات خود ایک ایسی عبادت ہے جسے مقاصد حاصل نہ ہونے کے باوجود غیر ضروری قرار نہیں دیا جاسکتا۔

—— سمیع الحق ——

عیدِ قرباں مدتوں اس رنگ سے ٹلتی رہی
بھیڑ بکری ہی کی گردن پر چھری چلتی رہی

بزمِ ہستی میں اگرچہ اب نہ آنکھیں ہیں نہ دل
شمع کچھ زنانہ مزاروں کے لئے جلتی رہی

اب مگر یہ چال کچھ چلتی نظر آتی نہیں
عید کو یہ بے زباں قربانیاں بھاتی نہیں

زیرِ خنجر ہم کھلونوں کو سجالاتے تو ہیں
عید کو لیکن قساوت اب تو بہلاتی نہیں

عید کو کردار اسمٰعیل اب تک یاد ہے
امرِ ربانی کی وہ تعمیل اب تک یاد ہے

عید اضحیٰ دیکھنے آتی ہے ان سب کا جلال
جن کے چہروں پر ہے قربانی کے سہرے کا جمال

آج کا دن ان شہیدوں کیلئے ہے روزِ عید
رُوئے پاکستان پر جو بن گئے صبحِ امید

یہ بقائے دائمی یہ جذبۂ عزمِ صمیم
ہے کوئی جو آج سمجھے معنئ ذبحِ عظیم

○
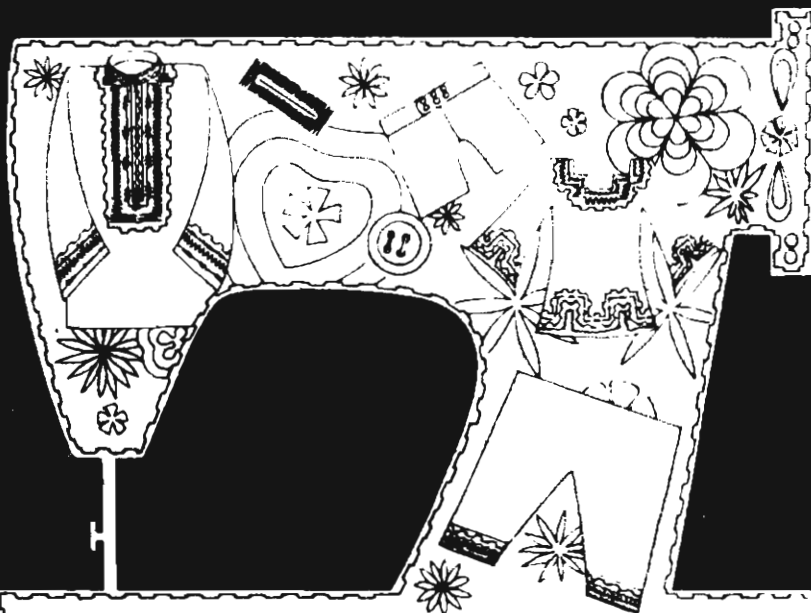
از قاری فیوض الرحمٰن صاحب
پروفیسر گورنمنٹ کالج ۔ ایبٹ آباد

مشاہیر علمائے سرحد

جناب مولانا حمید الدین صاحب مانسہروی

۱۸۸۲ء ——— ۱۹۴۳ء

آپ ۱۸۸۲ء کو محلہ کنگڑ مانسہرہ ہزارہ میں مولوی رحمت اللہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ پرائمری سکول کی تعلیم مقامی پرائمری سکول میں مکمل کی۔ دینی تعلیم کا آغاز جناب مولانا قاضی نور عالم صاحب سے کیا۔ پھر اپنے ماموں مولوی حزب الحق صاحب اور خالو مطیع اللہ صاحب آف عنایت آباد بفہ، ہزارہ سے مختلف علوم و فنون کی چند کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب گنگوہیؒ سے بھی تعلیم حاصل کی، کچھ عرصہ پشاور میں قصہ خوانی کے مشہور عالم سے بھی استفادہ کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۰ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ رام پور تشریف لے گئے اور وہاں ایک عرب عالم سے بھی استفادہ کیا۔ تدریسی خدمات ۱۹۰۴ء میں دار العلوم دیوبند کی طرف سے آپ کو مصباح العلوم بریلی میں برائے تدریس بھیجا گیا۔ آپ نے پہلے تدریسی سال میں اپنے عرب استاد کے کہنے پر مولوی فاضل کا امتحان دیا اور اعلیٰ نمبروں میں کامیابی حاصل کی مصباح العلوم میں آپ نے ۱۹۱۰ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر آپ واپس وطن آ گئے اور آتے ہی مانسہرہ میں سرکاری قاضی مقرر ہو گئے۔

مانسہرہ مڈل سکول کو جب ہائی سکول بنانے کی کوشش ہوئی تو آپ کی خدمات سکول کیلئے پہلے اعزازی پھر مستقل عربی استاد کی حیثیت سے لے لی گئیں۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۳ء تک آپ سکول میں بھی پڑھاتے رہے۔ درس نظامی کی تدریس میں کوئی فرق نہ آیا، آپ نے ۱۹۱۱ء سے ۱۹۴۳ء تک مسجد محلہ کنگڑ مانسہرہ میں فتویٰ نویسی اور سکول کی ملازمت کے ساتھ ہمیشہ درس نظامی کی بلند پایہ کتب کی تدریس کی دور دور سے طلبہ آپ کے ہاں آتے اور پڑھ کر واپس چلے جاتے۔

ڈاکٹر شیر بہادر صاحب اپنی کتاب " تاریخ ہزارہ " میں لکھتے ہیں کہ " مولوی حمید الدین صاحب مرحوم مانسہرہ کے جید عالم تھے۔ سرکاری سکول میں عمر بھر مدرس رہے۔ اور فارغ وقت میں درس نظامی کی بڑی کتابوں کی تدریس بھی ہمیشہ جاری رکھی، آپ سنجیدہ، خاموش اور خود دار عالم تھے۔ ذاتی وجاہت اور خودداری کے بدرجہ اتم مظہر تھے۔ عقیدۃً انگریزی حکومت کے خلاف تھے : صـ ۶۶۵

۱۹۴۱ء کے آغاز میں سکول کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اسلامیہ کالج پشاور کی طرف سے آپ کو " عربی لیکچرر " کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے چند گھریلو مجبوریوں کی بنا پر معذرت کر دی۔
علامہ عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب نزہۃ الخواطر ج ۸ مطبوعہ حیدرآباد دکن کے صـ ۱۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :

" مولانا حمید الدین الھزاروی ! الشیخ الفاضل حمید الدین بن رحمت اللہ الحنفی الھزاروی احد العلماء المبرزین فی المعقول والمنقول۔ وُلد ونشأ بمانسہرہ قریۃ من اعمال ھزارہ۔ وقرء العلم علی اساتذۃ بلادہ، ثمّ سافر الی دیوبند۔ ورامپور وقرء المنطق والحکمۃ علی مولانا فضل حق الرامپوری وعلی غیرہ من العلماء ثمّ ولی التدریس ببلدۃ " بریلی "۔

وھو باھر المذاکرۃ جیّد القریحۃ، لہ الید الطولیٰ فی الفنون الادبیّۃ [1]

انتقال ۱۴ر جون ۱۹۴۳ء کو آپ کا انتقال ہوا، اور آپ کو محلہ چٹی ڈھیری مانسہرہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

آپ کے چند ممتاز تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں :

۱۔ جناب مولانا محمد اسحاق صاحب خطیب ایبٹ آبادی مرحوم فاضل دیوبند (۱۳۳۷ھ)
۲۔ جناب مولانا ضیاء الحق صاحب صدر مدرس جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور (سابقاً)
۳۔ جناب مولانا محمد ایوب صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم محمدیہ تیلوس، بٹگرام، ضلع ہزارہ۔

اولاد اولادِ نرینہ زندہ نہیں، البتہ آپ کی چار لڑکیاں بقید حیات ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم بازارگئی، بنیر، سوات [2]

۱۹۲۰ء ——— ۱۹۵۱ء

آپ بازارگئی، بنیر، سوات میں مولانا قاضی عبدالمجید صاحب کے گھر پیدا ہوئے، ابتدائی تا موقوف علیہ

---

[1] لم نعثر علیٰ سنۃ وفاتہ۔ (الحسنی)
[2] آپ کے سوانحی تذکرہ کا مواد آپ کے والد صاحب سے لیا گیا۔

کی تکمیل ۱۵ سال کی عمر میں والد صاحب اور دیگر علماء سے کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ فتح پوری دہلی میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث کے امتحان میں اوّل آئے۔ وہاں سے اجمیر شریف میں مولانا عبداللہ قندھاری سے چند کتب کا درس لیا اور پھر وہیں تدریس کرنے لگے۔ تدریس اور افتاء کے ساتھ جامع کے خطیب بھی رہے۔ وہاں سے بادشاہ صاحب بانیٔ سوات کے ارشاد پر دارالعلوم اسلامیہ سیدو شریف، سوات آکر تدریس کرتے رہے، پھر بادشاہ صاحب نے خود اپنے اور اپنے بیٹے شہزادہ سلطان روم کی تعلیم و تربیت کیلئے اپنے ہاں لگا لیا۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء کو ٹی بی سے انتقال کیا اور آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے۔

تصانیف | آپ کی تصانیف میں ۱۔ خیر الکلام فی شہر صیام[۱] ۲۔ فتاویٰ وددویہ جلد اوّل و دوم۔ ۳۔ کتاب الصرف۔ ۴۔ اشکال ریاضی۔ ۵۔ خطبہ جمعہ شریف سب مطبوعہ ہیں

آپ عربی، فارسی اور اردو کے شاعر بھی تھے۔ کئی قصائد بھی لکھے ہیں۔[۲]

---

[۱] یہ کتاب قیام اجمیر کے دوران شائع ہوئی۔ باقی سب پشاور سے طبع ہوئیں۔

[۲] قصائد کا غیر مطبوعہ ریکارڈ آپ کے والد محترم کے پاس محفوظ ہے۔ البتہ ایک "مناجات" فتاویٰ وددویہ کے صفحہ اوّل پر شائع ہوئی ہے۔

الوحامد
جناب اختر راہی ایم اے

تبصرۂ کتب

تحریک شیخ الہندؒ اور کون کیا تھا۔؟ | از مولانا محمد میاں دہلویؒ ۔ مکتبۂ رشیدیہ لیمیٹڈ ۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور۔ صفحات ۴۴۸ قیمت اعلیٰ ایڈیشن -/۲۵ روپے۔ متوسط -/۱۸ روپے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی عالمگیر تحریک آزادی جو ریشمی رومال کے نام سے معروف ہے کے بارہ میں خود دشمن (برطانوی استعمار) کی زبانی تفصیلات کا دستاویزی ریکارڈ اس کتاب کے ذریعہ سامنے آگیا ہے۔ ریشمی خطوط اور اس میں کون کیا تھا؟ کے بارہ میں انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ریکارڈ اور برطانوی انٹیلیجنس رپورٹوں کا مستند ترجمہ جسے مؤرخ شہیر مولانا محمد میاں دہلوی مرحوم نے مرتب کیا اور صدر جمہوریہ ہند نے ایک شاندار تقریب میں اسکا افتتاح فرمایا۔ کتاب کیا ہے؛ جنگ آزادی کے نام نہاد اور خود ساختہ ہیروؤں کے منہ پر مستند طمانچہ، وقت کی ایک اہم ترین ضرورت کی تکمیل اور برصغیر میں علماء دیوبند کے عظیم الشان سنہری اور مجاہدانہ کارناموں کی نہایت ثقہ داستان۔ کتاب کے آغاز میں ڈیڑھ سو صفحات سے زائد مرتب کتاب کے قلم سے نہایت تحقیقی اور تاریخی مقدمہ بھی شامل ہے۔ پاکستان میں معروف اور مشہور طباعتی ادارہ مکتبۂ رشیدیہ لاہور نے نہایت آب و تاب سے کتاب کو شائع کرکے پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ورنہ انڈیا سے کتاب کا حصول جوئے شیر لانے سے کم نہ ہوتا۔ کتاب کے آغاز میں مولانا سید اسعد مدنی کا لکھا ہوا پیش لفظ الحق کے گذشتہ شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔

تاریخ حدیث | از ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔ ناشر: مکتبۂ رشیدیہ لیمیٹڈ ۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور صفحات: ۲۰۸ قیمت: -/۱۵ روپے۔

تاریخ تدوین حدیث مصطلحات حدیث، کتب حدیث کے انواع اور دوسرے حصہ میں حروف تہجی کے حساب سے انتخاب حدیث۔ کتاب معلومات کا مرقع اور اہل علم کے لئے استفادہ کی چیز ہے۔
مؤلف نے انکار حدیث کے سلسلہ میں پچھلے غلط مؤقف کا گویا اس کتاب کے ذریعہ کفارہ ادا کر دیا ہے۔
حق تعالیٰ انہیں مزید خدمات کی توفیق اور مکتبۂ رشیدیہ کو ایسی علمی کتابوں کی اشاعت کی توفیق مزید سے نوازے۔

تحفۂ اثنا عشریہ (فارسی) | از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ صفحات ۷۰۰ - سائز بڑی تقطیع - قیمت درج نہیں۔ ناشر: سہیل اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے نامور فرزند علامۃ الہند شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے اپنے والد بزرگوار کے اصلاحی کام کو ہر میدان میں آگے بڑھایا اور اپنے وقت کے دینی فتنوں کا بھی بھرپور تعاقب کیا فتنۂ رفض جسکی جڑیں مغلیہ سلاطین کی رنگین مزاجیوں کی وجہ سے گہری ہو چکی تھیں۔ اور اسلام کے شجرۂ طوبیٰ کے لئے نہایت مہلک ثابت ہو رہی تھیں۔ علامۃ الہند شاہ عبدالعزیز نے نہایت عرقریزی اور عقلی و نقلی دلائل سے ردّ شیعیت میں یہ جلیل القدر کتاب فارسی میں لکھی اور جس میں پورے شیعہ علم کلام و عقائد پر عالمانہ تنقید کی صحابۂ کرام کے دفاع فرمایا اور مطاعن کا جواب دیا۔

شاہ صاحب نے جو بقول حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی عمدۃ المحدثین اور زبدۃ المورخین تھے۔ حدیث و تاریخ پر گہری نظر رکھتے تھے، اپنی کتاب میں وہ تعاقب اور محاسبہ کیا کہ مدت ہوئی مگر اس موضوع پر نہ تو ایسی کتاب آسکی نہ اس کا توڑ مخالفین سے ہو سکا۔ فارسی کی یہ تصنیف ۱۸۹۶ء میں مطبع نولکشور میں شائع ہوئی، سہیل اکیڈمی لاہور نے اسی نسخہ سے عکس لے کر اپنے روایتی حسن و زیبائی اور بہتر سے بہتر معیار کو قائم رکھتے ہوئے اسے طبع کیا ہے۔ جسے دیکھنے سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

حجۃ اللہ البالغۃ (عربی) | الامام ولی اللہ الدہلوی۔ ناشر: المکتبۃ السلفیہ بشیش محل۔ لاہور مصری نسخہ سے آفسٹ فوٹو۔ قیمت: -/۴۵ روپے۔

حکیم الاسلام امام ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۶ھ) کا مقام ہندوستان میں مجدد کا مقام ہے۔ انکے تجدیدی اور اصلاحی کارنامے علم و عمل دین و شریعت، حکومت و سیاست کے بیشمار شعبوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ مدتوں بعد برصغیر میں اللہ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور قرآن و سنت کے فروغ و احیاء کیلئے شاہ صاحب جیسی عبقری شخصیت پیدا فرمائی۔ دین و شریعت کے بارہ میں ان کی عظیم الشان تصنیف حجۃ اللہ البالغۃ کسی تعریف و تعارف کی محتاج نہیں۔ تصنیف کے بعد اب تک یہ کتاب نابغۂ روزگار علماء کے لئے معرکۃ الآراء بنی رہی ہے۔ اور سب نے اپنے ظرف و استعداد کے مطابق اسے مشعل راہ سمجھا، فلسفۂ احکام اسلامی، اسرار شریعت عبادات کے حکم و مصالح میں یہ کتاب اسلامی دنیائے علم و فن کی جلیل القدر کتاب سمجھی جاتی ہے۔ آغاز تصنیف کے بعد بارہا چھپ چکی ہے۔ کچھ عرصہ سے نایاب تھی، اب مکتبۂ سلفیہ نے اسے مصری نسخہ سے فوٹو لے کر عمدہ کاغذ اور بہترین طباعت اور جلد بندی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اور اہل علم کی اہم ضرورت پوری فرما دی ہے۔

ذکرِ مجذوب | تالیف: پروفیسر احمد سعید۔ ناشر: مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ ۳۶۔علامہ اقبال روڈ لاہور
صفحات: ۱۸۲ طباعت: نفیس و عمدہ قیمت: پندرہ روپے۔

دار العلوم دیوبند کو قائم ہوئے تقریباً ایک سو آٹھ سال ہو رہے ہیں۔ اس طویل عرصہ میں دار العلوم سے ہزاروں افراد فارغ التحصیل ہوئے اور انہوں نے مسلمانانِ برصغیر کی فکری زندگی میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ آج دیوبند ایک مدرسہ کا نام ہی نہیں بلکہ ایک تحریک اور ایک مکتبِ فکر SCHOOL OF THOUGHT ہے۔ اس مکتبِ فکر پر اہلِ علم نے لکھا تو ضرور ہے مگر جتنا لکھا جانا چاہیئے تھا اس سے بہت کم لکھا گیا۔

دار العلوم دیوبند کی برپا کردہ تحریک پر قلم اٹھاتے ہوئے اکثر محسوس ہوتا ہے کہ کوئی "ادارہ" اللہ کا نام لے کر مندرجہ ذیل منصوبوں پر کام شروع کر دے۔ تاکہ آئندہ کے مؤرخ کو اس تحریک کے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ اور تحریک کا صحیح کام متعین کیا جا سکے۔

۱۔ ابنائے دار العلوم دیوبند۔ دار العلوم سے فارغ التحصیل حضرات کا ایک جامع تذکرہ۔
۲۔ مسلک دیوبند کے مدارس کی تاریخ۔
۳۔ دار العلوم دیوبند کی شخصیات اور فکر پر کتابیات۔
۴۔ علمائے دیوبند کی علمی خدمات کا جائزہ۔ مختلف موضوعات مثلاً قرآن، حدیث، فقہ۔ وغیرہ میں علمائے دیوبند کا حصہ اور برصغیر کے دینی ادب میں اس کا مقام۔
۵۔ قاموس الکتب علمائے دیوبند (عربی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں کے علیحدہ علیحدہ قاموس مرتب ہوں)
۶۔ برصغیر کی فکری تحریکوں میں دیوبند کا حصہ۔
۷۔ علمائے دیوبند کی نادر تحریریں، بیانات، خطبات اور خطوط کی تدوین۔
۸۔ دیوبند اور شعر و ادب۔

اور سب سے بڑھ کر ایک ایسی لائبریری کا قیام جس میں علمائے دیوبند کی ایک ایک تحریر موجود ہو۔ نیز ایک ایک سطر جو [illegible] دیوبند کے بارے میں لکھی گئی۔

قابلِ مبارکباد ہیں وہ اہلِ قلم جو تحریکِ دیوبند کے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ پروفیسر احمد سعید صاحب مولانا اشرف علی تھانویؒ کی شخصیت اور ان کی خدمات پر کافی عرصہ سے لکھ رہے ہیں۔ تحریکِ آزادی میں مولانا تھانویؒ کے کردار پر ان کی ایک تالیف شائع ہو چکی ہے۔ مولانا تھانویؒ کے خلفاء پر ایک دوسری کتاب "بزمِ اشرف کے چراغ" شائع ہو رہی ہے۔ ذکرِ مجذوب مؤخر الذکر سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

مجذوبؒ جن کا نام خواجہ عزیز الحسن غوریؒ تھا، جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انسپکٹر آف

سکولز کے عہدہ پر فائز رہے، بلند پایہ شاعر تھے۔ اور مولانا تھانوی کے خلیفہ مجاز۔ ذکر مجذوبؒ سلیقے سے مرتب کی گئی سوانح عمری ہے۔ اور بجا طور پر اردو کے سوانحی ادب میں گراں قدر اضافہ ہے۔

کتاب پر نجم الحسن تھانوی صاحب کا پر مغز مقدمہ ہے۔ سوانح کے علاوہ آخری باب میں کلام مجذوبؒ کا انتخاب دیا گیا ہے۔

حسن البناء شہید، سر محفل | تالیف: حسن البناءؒ ترجمہ: محمد حنیف ایم اے۔

ناشر: مکتبہ چراغِ اسلام۔ بیرون کھیالی دروازہ، گوجرانوالہ۔ صفحات: ۲۲۴ قیمت: ۲۵/۶ روپے۔

حسن البناء شہید عالم عرب کی مشہور تحریک "اخوان المسلمون" کے بانی تھے۔ مرحوم نے زبان و قلم سے اسلام کی خدمت کی اور مسلمانوں کو اسلامی نظام کے قیام کے لئے آمادہ کیا۔ اُن کی تالیفات میں "احادیث الجمعہ" کو اہم مقام حاصل ہے۔ اس مختصر سی کتاب میں اٹھائیس اہم موضوعات پر قرآنِ کریم کی منتخب آیات کی تشریح و تفسیر کی گئی ہے۔ اندازِ بیان داعیانہ اور واعظانہ ہے۔ مترجم جناب محمد حنیف ایم اے نے آسان اور شگفتہ ترجمہ کیا ہے۔ طباعت و کتابت کا معیار عمدہ ہے، مگر پروف ریڈنگ کی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

بقیہ: علامہ فضل حق خیر آبادیؒ

اور مقدمہ قاضی کورٹ ضلع گوجرانوالہ کے ملزمین۔

جنابِ من! اس مختصر فہرست پر غور کیجئے اس کے علاوہ ہزاروں وہابی علماء اور کارکنوں کو انگریزوں نے آپ کی جاسوسی کے باعث بے دریغ تختہ دار پر لٹکایا۔ ان کا جرم کیا تھا؟ کیا یہ انگریز سرکار کے پشتینی وفادار ہونے کے مجرم تھے۔؟ اگر ایسا تھا تو ان کے ناموں کے آگے جاگیروں کا اندراج ہوتا۔ آخر کچھ تو ہے جس کے باعث ضبطی جائیداد انہدام مکانات اور حبس دوام بعبور دریائے شور کے تمغے ان کے سینے پر آویزاں کیئے گئے ہیں۔ کیا مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو بھی کبھی ایسی سزا سنائی گئی۔؟ کیا مولانا فضل رسول بدایونی کو بھی کالے پانیوں کا ذائقہ چکھنا پڑا۔؟ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ کا نام اس لئے مستثنیٰ ہے کہ انہیں سزا تحریک آزادی میں شمولیت کے باعث نہیں ملی بلکہ انگریز نے اس لئے انہیں کالے پانی بھیجا کہ آپ آبائی طور پر انگریز کے ملازم اور نمک خوار تھے۔ (آپ اور آپ کے والد مولانا فضل امام دہلی میں انگریز ریذیڈنٹ کے مدة العمر ملازم رہے۔) لیکن جب جنگِ آزادی کے ابتدائی مراحل میں انگریز کو بُرے دن دیکھنے پڑے۔ دہلی ان کے قبضے سے نکل گئی۔ مجاہدین کی کامیابی اور انگریز کی شکست نظر آنے لگی تو آپ نے قدیم وفاداری کو بالائے طاق رکھ کر حصول منصب وجاہ کیلئے وفاداریوں کا چولا بدل لیا اور انگریز سے منہ موڑ کر اس کے دشمنوں سے آملے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ دشمن کو بعض اوقات معاف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے سکندر نے پورس سے معاملہ کیا تھا۔ لیکن ایسے لوگوں کو معاف نہیں کیا جاتا۔

گذارشات کا سلسلہ طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے فی الحال اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آپ سے اجازت کا طلبگار ہوں۔

ناظم دفتر اہتمام

احوال و کوائف دار العلوم

واردین و صادرین

سفیر لیبیا ۱۷/ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ کو جمہوریہ عربیہ لیبیا کے سفیر کبیر جناب شیخ صالح السیار پشاور جاتے ہوئے کچھ دیر کیلئے دار العلوم حقانیہ میں ٹھہرے نماز عصر کے بعد آپ کو مولانا سمیع الحق ایڈیٹر ماہنامہ الحق نے دار العلوم کی عمارات دفاتر وغیرہ کا سرسری معائنہ کرایا۔ دار العلوم میں عید الاضحیٰ کی تعطیل تھی، پھر بھی کافی طلبہ موجود تھے جنہیں دیکھ کر سفیر محترم نہایت خوش ہوئے اور طلبہ بھی جناب شیخ صالح جیسے اسم بامسمیٰ صالح اور متشرع شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ سفیر محترم نے دار العلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے کہا کہ اس سرسری زیارت نے بھی مجھے اس نتیجہ پہ پہنچایا ہے کہ دار العلوم ہر طرح کے اجلال و تقدیر کا مستحق ہے۔ اور میری تمنا ہے کہ میں بہت جلد دار العلوم میں دوبارہ آؤں اور اطمینان سے کچھ دیر ٹھہروں۔

گورنر سرحد صوبہ سرحد کے موجودہ گورنر جناب ریٹائرڈ میجر جنرل سید غواث صاحب اپنے دینی جذبات کی بناء پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ سے دیرینہ مخلصانہ رسم و راہ اور عقیدتمندانہ تعلق رکھتے ہیں۔ ۲۶/ دسمبر بروز جمعہ اچانک دار العلوم تشریف لائے۔ دار العلوم میں جمعہ کی تعطیل تھی آپ نے دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ کافی دیر تک قیام کیا اور دار العلوم کے مختلف شعبوں کی تفصیلات کے معائنہ کے دوران نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ تقریباً چار بجے آپ دار العلوم سے واپس تشریف لے گئے اس سے کچھ دن قبل بھی آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب کی بیمار پرسی کیلئے قدم رنجہ فرمایا تھا

قومی اسمبلی

میں

ملکی و ملی مسائل

کی

ترجمانی

اسمبلی کے ریکارڈ سے

مرزائیوں کے رجسٹریشن اور شناختی کارڈ کا مسئلہ

قومی اسمبلی کے اجلاس موسم سرما میں حزب اختلاف کے بائیکاٹ سے قبل ۱۷ر نومبر ۱۹۷۵ء کے وقفۂ سوالات میں ۵ بجکر ۱۰ منٹ پر مرزائیوں کی رجسٹریشن کا مسئلہ زیر بحث آیا تو حضرت شیخ الحدیث نے اس ضمن میں مرزائیوں کی رجسٹریشن کے سلسلہ میں ایک اہم خامی پر ایوان کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا :

مولانا عبدالحق :۔ جناب والا رجسٹریشن اس لئے کی گئی تھی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ مسلمان ہے یا غیر مسلم مگر شناختی کارڈ پر جب مذہب کا خانہ ہی نہیں تو کیسے معلوم ہو سکتا ہے ۔؟ جن ممالک نے مثلاً سعودی عرب نے حج کے موقعہ پر قادیانیوں کے داخلہ پر پابندی لگائی ہے تو میرے خیال میں شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ ہونا چاہئے ۔

جناب سپیکر نے وزیر داخلہ کو اس سوال کے بارہ میں توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ : خان صاحب ! مولانا صاحب دریافت کرتے ہیں کہ شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو کیوں نہیں ہے ۔

وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان نے انگریزی میں جواب دیا جس کا خلاصہ یہ تھا : " حلف نامے کو فارم اے میں شامل کر دیا گیا ہے ۔ یہ نہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اب تک رجسٹرڈ نہیں بلکہ کارڈ حاصل کرنے والوں کو بھی بھیجا گیا ہے ۔ ۲۰ لاکھ افراد کو بھیجا گیا تھا ۔ اور تقریباً ۲۰ ہزار کے فارم واپس آ چکے ہیں ۔ اس عمل پر کچھ وقت لگے گا "

اسی بحث میں ایک ضمنی سوال پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتے ہوئے مولانا مفتی محمود صاحب نے مرزائیوں کیلئے احمدی لفظ استعمال کرنے پر بھی اعتراض کیا اور اپیل کی کہ آئیندہ کیلئے یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے ۔ جس کے جواب

میں سپیکر صاحب نے بھی کہا کہ آئندہ احتیاط کی جائے گی۔

فحش لٹریچر اور فحاشی کی قرارداد مسترد

اسی دن کے وقفۂ سوالات میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے ایک ضمنی سوال میں فحاشی کیطرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ:

جناب سپیکر صاحب جب وزیر متعلقہ نے یہ تسلیم کر لیا کہ فحش اور قابل اعتراض لٹریچر پہ پابندی تو یہ جو سینماؤں کے اشتہارات اخباروں میں شائع ہوتے ہیں اور ٹی وی پر بھی (تشہیر کی جاتی ہے) جس میں نسوانی حصّوں کو خاص طور سے نمایاں کرایا جاتا ہے۔ کیا ان پر پابندی لگانے کا کوئی ارادہ ہے یا نہیں جواب ملک محمد اختر وزیر پارلیمانی امور کا یہی تھا کہ یہ ضمنی سوال قواعد کے مطابق درست نہیں ہے۔

قرارداد مسترد | حسب معمول اس دفعہ بھی اسمبلی کو ایک قرارداد کا نوٹس دیا تھا جس میں قحبہ خانوں، ناچ گھروں، فحش فلموں وغیرہ پہ پابندی کا کہا گیا تھا۔ اس قرارداد کو بھی اسمبلی کے سیکرٹریٹ سے اس مضمون کے ساتھ مسترد کر دیا گیا۔

نمبر ایف ۔۱۷۔ (۲۲/۵/۷۵) بیجس آرڈی نمبر ۱۶ اسلام آباد ۱۳ر نومبر ۱۹۷۵ء بخدمت مولانا عبدالحق رکن قومی اسمبلی۔

موضوع :۔ قحبہ خانوں، ناچ گھروں، فحش فلموں وغیرہ پہ پابندی۔

محترمی حسب ہدایت اطلاعاً عرض ہے کہ قومی اسمبلی کے قواعد، ضابطہ کار و انصرام کارروائی ۱۹۷۳ء کے قاعدہ ۱۲۷ بملاحظہ قاعدہ ۱۲۶ (۲) جناب سپیکر نے آپ کی مذکورہ بالا قرارداد کو جس کا نوٹس آپ نے ۲۹ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو دیا تھا مسترد کر دیا ہے۔ آپ کا مخلص عنایت علی اسسٹنٹ سیکرٹری

قومی وملّی مسائل کے بارہ میں سوالات اور جوابات

قومی اسمبلی کے اس سیشن کیلئے بھی حسب معمول مولانا مدظلہ نے قومی وملّی مسائل سے متعلق سوالات کا نوٹس دیا تھا ان سوالات میں جو ایجنڈا میں شامل ہوئے وہ بائیکاٹ کے باوجود بھی اسمبلی کے سامنے مع جوابات آتے رہے۔ اور اسطرح بائیکاٹ کے باوجود بھی ملک وملّت کی نمائندگی ہوتی رہی۔ اسے بھی اسمبلی کے ریکارڈ اور ایجنڈوں سے مرتب کر کے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ جن سوالات کو اسمبلی چیمبر سے ہی مسترد کر دیا گیا۔ آخر میں وہ بھی شامل ہیں۔

پی آئی اے کی پروازوں میں شراب

سوال ۸۵ (مولانا عبدالحق مدظلہٗ) الف :- کیا وزیر ہوابازی ازراہِ کرم ارشاد فرمائیں گے کہ آیا یہ امر واقعہ ہے۔ کہ پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز کی اندرون اور بیرون ملک پروازوں میں مسافروں کو نقد ادائیگی پر شراب فراہم کی جاتی ہے۔

(ب) اگر الف بالا کا جواب اثبات میں ہو تو ۷۵-۱۹۷۴ کے دوران پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز نے شراب کی خرید پر کتنی رقم خرچ کی نیز مسافروں کو فروخت کے ذریعے کتنی رقم کمائی۔؟

جواب۔ (جناب عزیز احمد) الف :- جی ہاں، اندرون ملک پروازوں میں صرف اوّل درجے کے مسافروں کو شراب مہیا کی جاتی ہے۔

(ب) ۷۵-۱۹۷۴ء کے دوران پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز نے شراب کی خریداری پر -/۱۰،۶۵،۶۰۰ روپے اور اس کی فروخت سے -/۱۸،۹۷،۵۰۰ روپے کی آمدنی ہوئی۔

کراچی کے اے تا ایچ ٹائپ کوارٹروں کا مسئلہ

سوال ۹۰ (مولانا عبدالحق مدظلہٗ) کیا وزیر تعمیرات و بحالیات ازراہ کرم اسٹیٹ آفس کراچی کے کنٹرول کے تحت اے تا ایچ ٹائپ کوارٹروں کے متعلق سالہائے ۷۲-۱۹۷۱ تا ۷۵-۱۹۷۴ء کے بارے میں حسب ذیل اطلاعات فراہم کریں گے۔

الف :- پاک پی ڈبلیو ڈی کی جانب سے قابل مرمت قرار دئے جانے والے ہر ٹائپ کے کوارٹروں کی تعداد، کس تاریخ سے وہ خالی پڑے ہوئے ہیں۔ نیز کرایہ کی عدم وصولی کی بناء پر حکومت کو کس قدر مالی نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔

(ب) ہر ٹائپ کے کوارٹروں کی تعداد جو ناجائز قبضہ میں ہیں مع مذکورہ قبضہ کی تاریخ کے۔

(ج) ناجائز قابضین کی تعداد جو کرایہ ادا کر رہے ہیں، بشمول ان کے بغیر ادائیگی کرایہ رہائش پذیر ہیں۔ اس بنا پر حکومت کو کس قدر مالی نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔؟

جواب (جناب شیخ محمد رشید) الف :- صفر

(ب) اے ٹائپ ۱- بی ٹائپ ۷- سی ٹائپ ۱۱- ڈی ٹائپ ۷۰- ای ٹائپ ۱۲۲- ایف ٹائپ ۲۲۱- جی ٹائپ ۱۸۳- ایچ ٹائپ ۱۴۹- کل میزان ۹۴۶ مذکورہ کوارٹروں پر وقتاً فوقتاً

مختلف تاریخوں کو قبضہ کیا گیا۔ ان پر غیر قانونی طور پر قبضہ کرنے کی تاریخوں کی فہرست بنائی جارہی ہے۔ اور جسقدر جلدی ہوسکا ایوان کی میز پر پیش کردی جائے گی۔

ج :۔ غیر قانونی قابضوں کی تعداد جو کرایہ ادا کر رہے ہیں ۸۶۴ ہے۔ جو کرایہ نہیں دے رہے ہیں ۱۰۰ ہے۔ اور ان کے ذمہ مکان کے کرایہ کے طور پر ۸۲۸،۴۷ روپے کی رقم واجب الادا ہے۔

تحصیل نوشہرہ کے بجلی اور ٹیوب ویل کے مسائل

سوال ۱۰۹ ۱۸/۱۱/۷۵ (مولانا عبدالحق مدظلہ) کیا وزیر اینڈ حسن، بجلی و قدرتی وسائل ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

الف :۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ شمالی علاقہ (بیلا) کے گاؤں پیر پیائی اور تحصیل نوشہرہ کے دوسرے گاؤں میں کئی مالکانِ زمین نے قرضہ سے کر ٹیوب ویل لگائے ہیں۔

ب :۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ بار بار کوششوں کے باوجود ابھی تک متذکرہ بالا مالکان زمین کو بجلی کے کنکشن فراہم نہیں کئے گئے۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس کی وجوہات بتائی جائیں۔ نیز کس تاریخ تک کنکشن فراہم کئے جانے کی امید ہے۔ اور

ت :۔ کیا حکومت متذکرہ علاقہ میں ٹیوب ویل لگانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ؟

جواب :۔ (محمد یوسف خٹک) یہ حقیقت ہے کہ اس رقبہ میں کئی مالکان زمین نے اپنی بچت سے یا قرضہ حاصل کر کے ٹیوب ویل لگائے ہیں۔

ب :۔ نہیں یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس علاقہ کے ٹیوب ویلز کو بجلی فراہم نہیں کی گئی۔ جو درخواست دہندگان بجلی حاصل کرنے کے لئے تیار تھے انہیں سینیارٹی پوزیشن کے مطابق تحصیل نوشہرہ میں پچھلے چار ماہ کے دوران واپڈا نے ۳۵ ٹیوب ویلوں کے کنکشن دئے۔ واپڈا باقی درخواست دہندگان کو سامان کی دستیابی کے مطابق اور سروس کنکشن کے واجبات، ضمانت کی رقوم اور درخواست دہندگان کیطرف سے سٹیٹ رپورٹ بھیجنے کے بعد بجلی فراہم کریگا۔

ج :۔ تحصیل نوشہرہ میں پنی سکارپ کے تحت واپڈا ۴۰ ٹیوب ویلز لگائے گا۔

اسلامی مشاورتی کونسل کی سرگرمیاں اور سفارشات

سوال ۱۱۱ ۱۸/۱۱/۷۵ (مولانا عبدالحق مدظلہ) کیا وزیر مذہبی امور ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

الف : ۱۷ دسمبر ۱۹۷۳ء سے اب تک اسلامی مشاورتی کونسل کی سرگرمیاں بتائیں۔

ب :۔ ۱۶ ردسمبر ۷۴ء کے بعد سے کونسل کے حوالے کئے جانے والے معاملات کی تعداد کس قدر۔

ہے۔ اور کن مسائل و قوانین پر کونسل نے اپنی رائے ترجیحی طور پر دی۔ اور

ج :۔ ۱۶ ردسمبر ۷۴ء کے بعد کونسل کے کتنے اجلاس ہوئے ہیں۔ ؟

جواب :۔ (مولانا کوثر نیازی) الف :۔ منسلکہ (اوّل) میں شامل نوٹ میں ۱۶ ردسمبر ۷۴ء سے

۰ رنومبر ۷۵ء تک اسلامی نظریاتی کونسل کی سرگرمیاں مختصراً حسب ذیل ہیں۔

ب :۔ ۱۶ ردسمبر ۷۴ء کے بعد کوئی معاملہ وفاقی حکومت نے کونسل کے حوالے نہیں کیا لہٰذا کونسل

کو کسی مسئلے یا قانون کو اوّلیت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ج :۔ ۱۶ ردسمبر ۷۴ء کے بعد ۱۱ رجنوری ۱۹۷۵ء ۵ اپریل ۷۵ء ۲۴ جولائی ۱۹۷۵ء اور ۸ نومبر ۱۹۷۵ء

کو کونسل کے چار اجلاس منعقد ہوئے۔

منسلکہ اوّل :۔ ۱۶ ردسمبر ۷۵ء سے ۰ رنومبر ۷۵ء تک اسلامی نظریاتی کونسل کی سرگرمیاں۔

مندرجہ بالا مدت کے دوران کونسل کے چار اجلاس منعقد ہوئے یہ اجلاس ۱۱ رجنوری ۱۹۷۵ء ۔ ۵ راپریل ۷۵ء

۲۶ رجولائی ۱۹۷۵ء اور ۸ نومبر ۱۹۷۵ء کو منعقد ہوئے تھے۔

۲۔ مذکورہ بالا مدت کے دوران کونسل کی اہم سرگرمیاں مختصر طور پر حسب ذیل ہیں۔

الف :۔ آئین کی دفعہ ۲۳۰ کے تحت اپنے فرائض کے مطابق مجموعہ پاکستان کے ۸۰ ایکٹ نمٹائے۔

ب :۔ اسلامی سماجی نظام کے قیام کے طریقے اور ذرائع کے بارے میں کونسل نے سوچ بچار کی حسب ذیل

مضامین کے ہر پہلو پر غور و خوض کیا گیا :

اسلامی سماجی نظام کے خدوخال، تعمیر کردار۔

اسلامی طرز زندگی اور افکار کی دلنشینی۔

قانون اور اسلامی معاشرہ، عقیدہ و عمل۔

اسلامی ثقافت میں خواتین کا مقام۔

ج :۔ کونسل نے ابتدائی اقدام کے طور پر حسب ذیل نو سفارشات پیش کیں۔

۱۔ ہفتے کی تعطیل اتوار کی بجائے جمعہ کو کی جائے۔

۲۔ ہجری کلنڈر اپنایا جائے۔

۳ سرکاری تقریبات کے دوران اوقات نماز کی پابندی کی جائے۔

۴۔ سرکاری تقریبات میں حرام کھانوں کے پیش کرنے پر پابندی لگائی جائے۔

۵۔ سادہ سرکاری اور قومی لباس مقرر کیا جائے۔

۶۔ سرکاری تقریبات میں سرکاری لباس پہنا جائے۔

۷۔ سینماؤں کے باہر اور دیگر پبلک مقامات پر فحش پوسٹر لگانے پر پابندی لگائی جائے۔

۸۔ اخباروں وغیرہ میں فحش اشتہارات پر پابندی لگائی جائے۔

۹۔ سرکاری تقریبات کے موقع پر رقص و سرور کی محفلوں پر پابندی لگائی جائے

ح :- پارلیمانی اور صوبائی اسمبلیوں کو اپنی پہلی سالانہ عبوری رپورٹ پیش کی۔

ط :- نماز ادا نہ کرنے والے مسلمانوں کو سزا دینے کے بارے میں جس کا ارادہ اس وقت کے سرحد کے وزیر اعلیٰ کر رہے تھے۔ حکومت سرحد کے شعبہ قانون کی طرف سے قانون سازی کے سلسلے میں موصولہ مراسلہ پر مشورہ دیا گیا تھا۔

ی :- مدت ہذا کے دوران اب تک چار اجلاس منعقد کئے جا چکے ہیں۔ جن میں کونسل نے زکوٰۃ قائم کرنے کیلئے قانون بنانے کے مسئلے پر تفصیلاً غور کیا۔ ملک کے ممتاز علماء اور دیگر اہل علم کی رائے معلوم کرنے کیلئے اس موضوع پر ایک سوالنامہ ترتیب دیا۔ اور اس کو ان میں تقسیم کیا۔ ان کے جوابات جمع کئے گئے اور کونسل کے دفتر میں ان کو مختصر کیا گیا۔ اور اراکین میں تقسیم کیا گیا۔ اس موضوع پر غور و خوض جاری ہے۔ اور اب تک مکمل نہیں ہوا ہے۔

ک :- کونسل اسلامی سماجی نظام کے قیام کے مسئلے پر غور و خوض جاری رکھے ہوئے ہے۔ اور مندرجہ بالا سفارشات کے علاوہ اس نے حسب ذیل اقدامات بھی کئے۔

اوّل :- اسلامی سماجی نظام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مذہبی تعلیم کے کردار پر تفصیلی غور کیا۔ اور قرار دیا کہ ملک میں اسلامی نظام تعلیم رائج کیا جائے۔ نیز اسکول اور مدرسے کی تعلیم کو پرائمری مرحلے کے دوران ملحق کر دیا جانا چاہئے۔ مزید اس نے ایک کمیٹی مقرر کی جو تفصیلات معلوم کرے گی خصوصاً عربی کی لازمی تعلیم مذہبی مطالعہ کیلئے نصاب کی تیاری اور اسلامی تاریخ کے تعلیم کے سلسلے میں۔

دوم :- سفارش کی گئی ہے کہ سرکاری ملازمین کے اے۔ سی۔ آر و ن میں ایک مد یہ رکھی جائے۔ کہ آیا وہ لوگ اپنی روزانہ زندگی میں اسلامی شعائر کا خیال رکھتے ہیں۔

سوم :- سفارش کی گئی ہے کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ تبلیغ کی ذمہ داری قبول کرے اور اپنے ذرائع ابلاغ نیز خصوصی طور پر تشکیل شدہ اداروں کے ذریعہ اچھائیوں کی اشاعت کرے اور برائیوں کو معاشرہ سے دور کرنے کیلئے جدوجہد کرے۔

چہارم :- سفارش کی گئی ہے کہ ریڈیو اور ٹیلیویژن سے اذان نشر کی جائے۔

پنجم :- سفارش کی گئی ہے کہ حکومت عصمت فروشی کے اڈوں کی ممانعت قانون کے نفاذ کیلئے موثر

اقدامات کرے۔

ششم :۔ سفارش کی گئی ہے۔ کہ سماج دشمن جرائم کے ملزموں کو جسمانی سزائیں دی جائیں۔ نیز یہ سزائیں عوام کے سامنے دی جائیں۔

ہفتم :۔ گھوڑ دوڑ پر شرط لگانا ممنوع قرار دیا جائے۔

ح :۔ اصولی طور پر فیصلہ کیا گیا کہ ربا کو ختم کیا جائے۔ اور زکوٰۃ کا نظام قائم کیا جائے۔

ط :۔ مجموعہ پاکستان کے ۸۰ ایکٹ کو نمٹایا۔

ی :۔ ربا کو ختم کرنے کے مسئلہ پر تفصیلی بحث کی گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ ربا پر ایک سوالنامہ مرتب کیا جائے۔

یونیورسٹیوں کی متضاد پالیسی

سوال نمبر ۱۳۰، ۵/۱۱/۱۹۷۵ (مولانا عبدالحق مدظلہ) کیا وزیر تعلیم ارشاد فرمائیں گے کہ :

الف :۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ پشاور، پنجاب اور کراچی کی یونیورسٹیاں معاشیات میں پوسٹ گریجویٹ ڈگری کو ایم اے معاشیات تصور کرتی ہیں۔

ب :۔ کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ ڈگری کو اسلام آباد یونیورسٹی ایم ایس سی تصور کرتی ہے۔

ج :۔ اگر مندرجہ بالا الف اور ب کا جواب مثبت میں ہو تو اس امتیاز کی وجوہات کیا ہیں۔ اور کیا اس سلسلے میں حکومت ملک کی یونیورسٹیوں میں یکساں پالیسی اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ؟

جواب :۔ (جناب عبدالحفیظ پیرزادہ) الف ۔ جی ہاں ب ۔ جی ہاں ۔

ج :۔ عملی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ چونکہ ہر دو ایم اے اور ایم ایس سی کی ڈگریاں مساوی اور ہم پلہ حیثیت کی پوسٹ گریجویٹ ڈگریاں ہیں۔ یونیورسٹیاں خود مختار ادارے ہیں جن کو متعلقہ قوانین کے ذریعے چلایا جاتا ہے۔ نیز ان کے تعلیمی پروگرام تعلیمی کونسلوں کی طرف سے مرتب کردہ ضوابط کے تحت چلائے جاتے ہیں۔

ایم اے معاشیات کے حامل افراد کا مسئلہ

سوال نمبر ۱۳۲، ۵/۱۱/۱۹۷۵ (مولانا عبدالحق مدظلہ) الف :۔ کیا وزیر خزانہ ارشاد فرمائیں گے کہ آیا یہ حقیقت ہے کہ ایم اے (معاشیات) کی ڈگری کو اسلام آباد یونیورسٹی اور یورپ اور امریکہ میں بھی ایم ایس سی تصور کیا جاتا ہے۔

ب :۔ اگر مندرجہ بالا الف کا جواب مثبت میں ہو تو کیا وجہ ہے کہ وفاقی حکومت کے ملازمین کو مجموعی طور پر ریسرچ افسروں کو خصوصی طور پر جو ایم اے (معاشیات) کی ڈگری کے حامل ہیں۔ پانچ پیشگی سالانہ ترقیاں

نہیں دی گئی ہیں۔

جواب:۔ (رانا محمد حنیف۔) الف:۔ پنجاب یونیورسٹیوں میں ایم اے اکنامکس کو ایم ایس سی کہا یا پکارا جاتا ہے۔ لیکن ایسی ڈگریاں رکھنے والوں کو قدرتی / فزیکل سائنس میں ماسٹر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ب:۔ مندرجہ بالا الف کے جواب کے پیش نظر اس کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

دیسی دوائیوں کے کمیشن کی رپورٹ

سوال نمبر ۱۵۰ ۲۰/۱۱/۷۵ (مولانا عبدالحق مدظلہ) کیا وزیر صحت و سماجی بھلائی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی کی سربراہی میں دیسی دوائیوں کے کمیشن نے حکومت کو اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا حکومت کمیشن کی سفارشات پر عمل درآمد کا ارادہ رکھتی ہے؟

جواب:۔ (جناب حفیظ اللہ چیمہ) دیسی طریقۂ علاج کے بارے میں کمیشن کی پیش کردہ رپورٹ وزارت صحت کے زیر غور ہے۔

سرحد کی سیمنٹ ایجنسیوں کا مسئلہ

سوال نمبر ۱۵۱ ۲۴/۱۱/۷۵ (مولانا عبدالحق مدظلہ) کیا وزیر پیداوار از راہ کرم ارشاد فرمائیں گے۔

الف:۔ آیا یہ امر واقعہ ہے کہ پشاور، مردان، ہزارہ اور سوات میں میپل لیف سیمنٹ فیکٹری داؤد خیل کی ایجنسیاں بند کر دی گئی ہیں۔

ب:۔ آیا یہ امر واقعہ ہے کہ مذکورہ بالا ایجنسیوں کے مالکان کو چار یا پانچ ماہ قبل کی گئی فرمائشوں کے بارے میں سیمنٹ فراہم نہیں کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی مذکورہ فرمائشوں کے وقت ان کو ان کی ایجنسیوں کو بند کرنے کی اطلاع دی گئی تھی۔

ج:۔ اگر ب بالا کا جواب اثبات میں ہو تو کیا ان کو انکی گزشتہ فرمائشوں کے بارے میں سیمنٹ فراہم کیا جائے گا۔

د:۔ مذکورہ بالا ایجنسیوں کو بند کرنے کے وجوہ کیا ہیں۔؟

جواب:۔ (جناب رفیع رضا) الف:۔ جی ہاں ب: جی ہاں

ج:۔ جی نہیں۔ چونکہ وہ اب سیمنٹ کمپنی کے سٹاکسٹ نہیں رہے۔ لہذا انہیں مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی جمع شدہ رقم واپس لے لیں۔

PIA
پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائنز
باکمال لوگ لاجواب پرواز

میزبانِ محترم

جذباتِ خلوص و مہمان نوازی ضرور اس کے متقاضی ہوتے ہیں
کہ میزبان اپنے مہمانِ عزیز کے سامنے اپنا دل نکال کر رکھ دے۔
لذتِ کام و دہن کے ممکنہ سامان فراہم کر دینا میزبانی کی شان ہے
اور ہماری روایت ہے۔

میزبانِ محترم! مہمان نوازی کی مشرقی روایات پوری کرنے کے
لئے مناسب اور ضروری ہے کہ کھانے کے بعد اپنے معزز و محترم
مہمان کے لئے کارمینا بھی فراہم رکھئے کیونکہ انواع و اقسام کے
لذیذ و کثیر کھانے کے بعد کارمینا کی ہاضم ٹکیاں اکسیر کا حکم
رکھتی ہیں۔ خاطرِ احباب کے لئے کارمینا ضروری ہے۔
کارمینا کی موجودگی مہمان کو گرانیٔ طبع کے خوف سے بے نیاز
کر دے گی۔

CAR-1/75 Adarts